www.KitaboSunnat.com

مولانا مفتی محمد تقی عثمانی ☆

قرآن کے سات حروف

حدیث سبعہ اَحرف کے مفہوم سے متعلق زیرنظر تحریر کو ہم نے مفتی محمد تقی عثمانی حفظہ اللہ کی کتاب 'علوم القرآن' کے حصہ اول، جو قرآن کریم کی نص کے بارے میں ہے، کے باب سوم سے اخذ کیا ہے اور مکمل تحریر کو بغیر کسی تبدیلی اور حک واضافہ کے مفتی صاحب حفظہ اللہ کی اجازت سے ہدیۂ قارئین کررہے ہیں۔ 'سبعہ احرف' کی تعیین کے بارے میں عام اہل فن مثلاً امام ابن جزری رحمہ اللہ وغیرہ کے موقف کے ضمن میں اردو زبان میں پیش کردہ تحریروں میں سے اس تحریر کو بہترین نمائندہ تحریر قرار دیا جاسکتا ہے، جس میں 'حروفِ سبعہ' سے متعلق کئی امور سے متعلق وضاحت اضافی طور پر آگئی ہے۔ ادارہ 'رشد' کو اگرچہ اس سلسلہ میں 'روایتی موقف' سے کلی اتفاق نہیں، لیکن جس متانت وسنجیدگی سے حضرت نے اس معرکۃ الاراء اور الجھے ہوئے موضوع کی نقاب کشائی فرمائی ہے، وہ انتہائی قابل قدر ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اس مضمون پر حلقہ 'اشراق' سے وابستہ دانشور انور عباسی کی کتاب 'انسانیت، ہدایت کی تلاش میں' میں پیش کردہ تفصیلی تنقید کو ہم سراسر غلط سمجھتے ہیں، جس میں موصوف کے دلائل کا جائزہ ہم ان شاء اللہ رشد قراءات نمبر (حصہ دوم) کے آئندہ شمارے میں ایک مستقل مضمون کی صورت میں تفصیلاً پیش کریں گے۔ [ادارہ]

صحیح حدیث میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے:

«إِنَّ هٰذَا الْقُرْآنَ أُنْزِلَ عَلَىٰ سَبْعَةِ أَحْرُفٍ فَاقْرَءُوا مَا تَيَسَّرَ مِنْهُ» [صحيح البخاري: ۴۹۹۲]

''یہ قرآن سات حروف پر نازل کیا گیا ہے، پس اُس میں سے جوتمہارے لیے آسان ہو اُس طریقے سے پڑھ لو۔''

اس حدیث میں قرآن کریم کے سات حروف پر نازل ہونے سے کیا مراد ہے؟ یہ بڑی معرکۃ الآرا اور طویل بحث ہے اور بلا شبہ علومِ قرآن کے مشکل ترین مباحث میں سے ہے، یہاں یہ پوری بحث تو نقل کرنا مشکل ہے، لیکن اس کے متعلق ضروری چند باتیں پیش خدمت ہیں:

جو حدیث اوپر نقل کی گئی ہے وہ معنی کے اعتبار سے متواتر ہے، چنانچہ مشہور محدث امام ابو عبید بن سلام رحمہ اللہ نے اُس کے تواتر کی تصریح کی ہے اور حدیث وقراءات کے معروف امام علامہ ابن الجزری رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ میں نے ایک مستقل کتاب (جزء) میں اس حدیث کے تمام طرق جمع کئے ہیں اور اُن کے مطابق یہ حدیث حضرت عمر بن خطاب، ہشام بن حکیم بن حزام، عبدالرحمٰن بن عوف، اُبی بن کعب، عبداللہ بن مسعود، معاذ بن جبل، ابوہریرہ، عبداللہ ابن عباس، ابوسعید خدری، حذیفہ بن یمان، ابوبکرہ، عمرو بن عاص، زید بن ارقم، انس بن مالک، سمرہ بن جندب، عمر ابن ابی سلمہ، ابوجہم، ابوطلحہ اور اُم ایوب انصاریہ رضی اللہ عنہم سے مروی ہے۔ [النشر في القراءات العشر: ۲۱/۱] اس کے علاوہ متعدد محدثین نے یہ واقعہ نقل کیا ہے کہ ایک مرتبہ حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ نے منبر پر یہ اعلان فرمایا کہ وہ تمام

☆ شیخ الحدیث ونائب صدر دارالعلوم، کراچی ومصنف کتب کثیرہ

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

حضرات کھڑے ہوجائیں جنہوں نے آنحضرت ﷺ سے یہ حدیث سنی ہو کہ:
''قرآن کریم سات حروف پر نازل کیا گیا ہے جن میں سے ہر ایک شافی اور کافی ہے۔''
چنانچہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی اتنی بڑی جماعت کھڑی ہوگئی، جسے شمار نہیں کیا جاسکا۔[سنن النسائی:۹۴۱]

حروف سبعہ کا مفہوم

اس حدیث میں سب سے پہلا مسئلہ یہ ہے کہ سات حروف پر قرآن کریم کے نازل ہونے سے کیا مراد ہے؟ اس سلسلے میں آراء ونظریات کا شدید اختلاف ملتا ہے، یہاں تک کہ علامہ ابن عربی رحمہ اللہ وغیرہ نے اس باب میں ۳۵/اقوال شمار کئے ہیں۔[البرهان في علوم القرآن:۲۱۲/۱] یہاں اُن میں سے چند مشہور اقوال پیش خدمت ہیں:

① بعض حضرات یہ سمجھتے ہیں کہ اس سے مراد سات مشہور قاریوں کی قراءتیں ہیں، لیکن یہ خیال تو بالکل غلط اور باطل ہے، کیونکہ قرآن کریم کی متواتر قراءتیں ان سات قراءتوں میں منحصر نہیں ہیں، بلکہ اور بھی متعدد قراءتیں تواتر کے ساتھ ثابت ہیں، یہ سات قراءتیں تو محض اس لیے مشہور ہوگئیں کہ علامہ ابن مجاہدؒ نے ایک کتاب میں اُن سات مشہور قراء کی قراءتیں جمع کردی تھیں، نہ اُن کا یہ مقصد تھا کہ قراءتیں سات میں منحصر ہیں، اور نہ وہ حروف سبعہ کی تشریح ان سات قراءتوں سے کرنا چاہتے تھے، جیسا کہ اس کی تفصیل اپنے مقام پر آئے گی۔

② اسی بناء پر بعض علماء نے یہ خیال ظاہر کیا ہے کہ حروف سے مراد تمام قراءتیں ہیں، لیکن 'سات' کے لفظ سے سات کا مخصوص عدد مراد نہیں ہے، بلکہ اس سے مراد کثرت ہے اور عربی زبان میں سات کا لفظ محض کسی چیز کی کثرت بیان کرنے کے لیے اکثر استعمال ہوجاتا ہے، یہاں بھی حدیث کا مقصد یہ نہیں ہے کہ قرآن کریم جن حروف پر نازل ہوا وہ مخصوص طور پر سات ہی ہیں، بلکہ مقصد یہ ہے کہ قرآن کریم 'بہت سے' طریقوں سے نازل ہوا ہے، علماء متقدمین میں سے قاضی عیاض رحمہ اللہ کا یہی مسلک ہے۔ [أوجز المسالك إلى مؤطا الإمام مالك:۳۵۶/۲] اور آخری دور میں حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمہ اللہ نے بھی یہی قول اختیار فرمایا ہے۔
[مصفّى شرح مؤطا:۱۸۷/۱]

لیکن یہ قول اس لیے درست معلوم نہیں ہوتا کہ بخاری اور مسلم کی ایک حدیث میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے آنحضرت ﷺ کا یہ ارشاد مروی ہے کہ:
«أَقْرَأَنِي جِبْرِيلُ عَلَىٰ حَرْفٍ فَرَاجَعْتُهُ فَلَمْ أَزَلْ أَسْتَزِيدُهُ وَيَزِيدُنِي حَتَّىٰ انْتَهَىٰ إِلَىٰ سَبْعَةِ أَحْرُفٍ» [بحواله مناهل العرفان:۱۳۳/۱]
''مجھے جبریل علیہ السلام نے قرآن کریم ایک حرف پر پڑھایا، تو میں نے ان سے مراجعت کی اور میں زیادتی طلب کرتا رہا اور وہ (قرآن کریم کے حروف میں) اضافہ کرتے رہے یہاں تک کہ وہ سات حروف تک پہنچ گئے۔''
اس کی تفصیل صحیح مسلم کی ایک روایت میں حضرت اُبی بن کعب رضی اللہ عنہ سے اس طرح مروی ہے کہ آنحضرت ﷺ بنوغفار کے تالاب کے پاس تھے:
«فأتاه جبرئيل عليه السلام فقال إن الله يأمرك أن تقرأ أمتك القرآن على حرف، فقال أسأل الله معافاته ومغفرته وأن أمتى لا تطيق ذلك ثم أتاه الثانية فقال إن الله يأمرك أن تقرأ أُمتك القرآن علىٰ حرفين فقال أسأل الله معافاته ومغفرته وأن أمتى لا تطيق ذلك، ثم جاء ته الثالثة

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

فقال إن الله يأمرك أن تقرأ أُمتك القران علیٰ ثلاثة أحرف فقال أسأل الله معافاته ومغفرته وان أُمتی لاتطيق ذلك ثم جاء ه الرابعة فقال: إن الله يأمرك أن تقرأ أُمتك القران علی سبعة أحرف فأيما حرف قرء وا عليه فقد أصابوا» [مناهل العرفان:۱/۱۳۳]

''پس حضور ﷺ کے پاس جبریل علیہ السلام آئے اور فرمایا کہ اللہ نے آپ ﷺ کو یہ حکم دیا ہے کہ آپ کی (ساری) اُمت قرآن کریم کوایک ہی حرف پر پڑھے،اس پر آپ ﷺ نے فرمایا کہ میں اللہ سے معافی اور مغفرت مانگتا ہوں، میری اُمت میں اس کی طاقت نہیں ہے، پھر جبرئیل علیہ السلام دوبارہ آپ کے پاس آئے اور فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو حکم دیا ہے کہ آپ کی اُمت قرآن کریم کو دو حرفوں پر پڑھے، آپ ﷺ نے فرمایا کہ میں اللہ تعالیٰ سے معافی اور مغفرت مانگتا ہوں، میری اُمت میں اس کی طاقت نہیں ہے، پھر وہ تیسری بار آئے اور فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو حکم دیا ہے کہ آپ کی اُمت قرآن کریم کو تین حروف پر پڑھے، آپ ﷺ نے پھر فرمایا کہ میں اللہ تعالیٰ سے معافی اور مغفرت مانگتا ہوں، میری اُمت میں اس کی طاقت نہیں ہے، پھر وہ چوتھی بار آئے اور فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو حکم دیا کہ آپ کی اُمت قرآن کو سات حروف پر پڑھے، پس وہ جس حرف پر پڑھیں گے اُن کی قراءت درست ہوگی۔''

ان روایات کا سیاق صاف بتا رہا ہے کہ یہاں سات سے مراد محض کثرت نہیں، بلکہ سات کا مخصوص عدد ہے، اس لیے ان احادیث کی روشنی میں یہ قول قابل قبول معلوم نہیں ہوتا، چنانچہ جمہور نے اس کی تردید کی ہے۔

③ بعض دوسرے علماء مثلاً حافظ ابن جریر طبری رحمہ اللہ وغیرہ نے فرمایا کہ مذکورہ حدیث میں سات حروف سے مراد قبائل عرب کی سات لغات ہیں، چونکہ اہل عرب مختلف قبائل سے تعلق رکھتے تھے اور ہر قبیلہ کی زبان عربی ہونے کے باوجود دوسرے قبیلہ سے تھوڑی تھوڑی مختلف تھی اور یہ اختلاف ایسا ہی تھا جیسے ایک بڑی زبان میں علاقائی طور پر تھوڑے تھوڑے اختلافات پیدا ہوجاتے ہیں۔اس لیے اللہ تعالیٰ نے ان مختلف قبائل کی آسانی کیلئے قرآن کریم سات لغات پر نازل فرمایا، تاکہ ہر قبیلہ اُسے اپنی لغت کے مطابق پڑھ سکے۔[تفسير ابن جرير:۱/۱۵] امام ابوحاتم سجستانی رحمہ اللہ نے ان قبائل کے نام بھی معین کرکے بتا دیئے ہیں: قریش، ہذیل، تمیم، ازد، ربیعہ، ہوازن اور سعد بن بکر۔ حافظ ابن عبدالبرؒ نے بعض حضرات سے نقل کرکے اُن کی جگہ یہ قبائل بتائے ہیں۔ ہذیل، کنانہ، قیس، ضبہ، تیم الرباب، اسد ابن خزیمہ اور قریش۔[فتح الباري:۹/۲۲، روح المعاني:۱/۲۱]

لیکن بہت سے محققین مثلاً حافظ ابن عبدالبر، علامہ سیوطی اور علامہ ابن الجزری رحمہم اللہ وغیرہ نے اس قول کی بھی تردید کی ہے۔اوّل تو اس لیے کہ عرب کے قبائل بہت سے تھے۔ان میں صرف ان سات کے انتخاب کی کیا وجہ ہوسکتی ہے؟ دوسرے یہ کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ اور حضرت ہشام بن حکیم رضی اللہ عنہ کے درمیان قرآن کریم کی تلاوت میں اختلاف ہوا، جس کا مفصل واقعہ صحیح بخاری وغیرہ میں مروی ہے، حالانکہ یہ دونوں حضرات قریشی تھے اور آنحضرت ﷺ نے دونوں کی تصدیق فرمائی اور وجہ یہ بتائی کہ قرآن کریم سات حروف پر نازل ہوا ہے، اگر سات حروف سے مراد سات مختلف قبائل کی لغات ہوتیں تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ اور حضرت ہشام رضی اللہ عنہ میں اختلاف کی کوئی وجہ نہیں ہونی چاہئے تھی، کیونکہ دونوں قریشی تھے۔ [النشر في القراء ات العشر:۱/۲۵، فتح الباري:۹/۲۳]

اگرچہ علامہ آلوسی نے اس کا یہ جواب دیا ہے کہ ''ہوسکتا ہے کہ ان دونوں میں سے کسی ایک کو آنحضرت ﷺ نے قریش کے علاوہ کسی اور لغت پر قرآن پڑھایا ہو۔'' [روح المعاني:۱/۲۱] لیکن یہ جواب کمزور ہے، کیونکہ مختلف لغات میں قرآن کریم کے نازل ہونے کا منشاء یہی تو تھا کہ ہر قبیلہ والا اپنی لغت کے مطابق آسانی سے اُس کو پڑھ سکے، اس

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

لیے یہ بات حکمت رسالت ﷺ سے بعید معلوم ہوتی ہے کہ ایک قریشی کو دوسری لغت پر قرآن کریم پڑھایا گیا ہو۔

اس کے علاوہ اس پر امام طحاوی رحمہ اللہ نے بھی یہ اعتراض کیا ہے کہ اگر یہ مان لیا جائے کہ سات حروف سے مراد سات قبائل کی لغات ہیں، تو یہ اس آیت کے خلاف ہوگا جس میں ارشاد ہے:

﴿ وَمَآ أَرۡسَلۡنَا مِن رَّسُولٍ إِلَّا بِلِسَانِ قَوۡمِهِۦ ﴾[ابراھیم:۴]

''اور ہم نے نہیں بھیجا کوئی رسول مگر اس کی قوم کی زبان میں۔''

اور یہ بات طے شدہ ہے کہ آنحضرت ﷺ کی قوم قریش تھی، اس لیے ظاہر یہی ہے کہ قرآن صرف قریش کی لغت پر نازل ہوا ہے۔[مشکل الآثار:۱۸۵/۴،۱۸۶] امام طحاوی رحمہ اللہ کی اس بات کی تائید یوں بھی ہوتی ہے کہ جس وقت حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے قرآن کریم کی جمع ثانی کا ارادہ فرمایا اور حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ کی سرکردگی میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی ایک جماعت کو مصحف تیار کرنے کا حکم دیا، اس وقت انہیں یہ ہدایت فرمائی تھی:

إذا اختلفتم أنتم في شيء من القرآن فاكتبوه بلسان قريش فانما نزل بلسانهم

[صحيح البخاري:۳۵۰۶]

''جب قرآن (کی کتابت) میں تمہارے درمیان کوئی اختلاف ہو تو اُسے قریش کی لغت پر لکھنا، کیونکہ قرآن انہی کی زبان میں نازل ہوا ہے۔''

اس میں حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے تصریح فرما دی ہے کہ قرآن صرف قریش کی زبان میں نازل ہوا ہے، رہا یہ سوال کہ پھر اختلاف پیش آنے کا کیا مطلب ہے؟ سو اس کا مفصل جواب ان شاء اللہ آگے آئے گا۔

اس کے علاوہ اس قول کے قائلین اس بات پر متفق ہیں کہ 'احرفِ سبعہ' اور 'قراءات' دونوں الگ الگ چیزیں ہیں، قراءات کا اختلاف جو آج تک موجود ہے وہ صرف ایک حرف یعنی لغت قریش کے اندر ہے اور باقی حروف یا منسوخ ہوگئے یا مصلحتاً انہیں ختم کردیا گیا۔ اس پر دوسرے اشکالات کے علاوہ ایک اشکال یہ بھی ہوتا ہے کہ پورے ذخیرۂ احادیث میں کہیں اس بات کا ثبوت نہیں ملتا کہ قرآن کریم کی تلاوت میں دو قسم کے اختلافات تھے، ایک 'سبعہ احرف' کے اور ایک قراءات کے، بلکہ احادیث میں جہاں کہیں قرآن کریم کے کسی لفظی اختلاف کا ذکر آیا ہے وہاں صرف 'احرف' کا اختلاف ذکر کیا گیا ہے، قراءات کا کوئی جداگانہ اختلاف بیان نہیں کیا گیا، ان وجوہ کی بناء پر یہ قول بھی نہایت کمزور معلوم ہوتا ہے۔

④ چوتھا مشہور قول امام طحاوی رحمہ اللہ کا ہے، وہ فرماتے ہیں کہ قرآن کریم نازل تو صرف قریش کی لغت پر ہوا تھا، لیکن چونکہ اہل عرب مختلف علاقوں اور مختلف قبائل سے تعلق رکھتے تھے اور ہر ایک کے لیے اس ایک لغت پر قرآن کریم کی تلاوت بہت دشوار تھی، اس لیے ابتداء اسلام میں یہ اجازت دے دی گئی تھی کہ وہ اپنی علاقائی زبان کے مطابق قرآن کریم کی تلاوت کرلیا کریں۔ چنانچہ جن لوگوں کے لیے قرآن کریم کے اصلی الفاظ سے تلاوت مشکل تھی، ان کے لیے خود آنحضرت ﷺ نے ایسے مرادفات متعین فرما دیئے تھے جن سے وہ تلاوت کرسکیں، یہ مرادفات قریش اور غیر قریش دونوں کی لغات سے منتخب کئے گئے تھے اور یہ بالکل ایسے تھے جیسے تعال کی جگہ هلم یا اقبل یا ادن پڑھ دیا جائے۔ معنی سب کے ایک ہی رہتے ہیں، لیکن یہ اجازت صرف اسلام کے ابتدائی دور میں تھی، جبکہ تمام اہل عرب قرآنی زبان کے پوری طرح عادی نہیں ہوئے تھے، پھر رفتہ رفتہ اس قرآنی زبان

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کا دائرہ اثر بڑھتا گیا۔ اہل عرب اس کے عادی ہو گئے اور ان کے لیے اسی اصلی لغت پر قرآن کی تلاوت آسان ہوگئی تو آنحضرت ﷺ نے وفات سے پہلے رمضان میں حضرت جبریل علیہ السلام سے قرآن کریم کا آخری دور کیا۔ جسے عرضۂ اخیرہ کہا جاتا ہے۔ اس موقع پر یہ مرادفات سے پڑھنے کی اجازت ختم کردی گئی اور صرف وہی طریقہ باقی رہ گیا جس پر قرآن نازل ہوا تھا۔ [مشکل الآثار: ۱۸۶/۴ تا ۱۹۱]

اس قول کے مطابق 'سات حروف' والی حدیث کسی مخصوص زمانے سے متعلق ہے، جب تلاوت میں مرادفات استعمال کرنے کی اجازت تھی اور اس کا مطلب یہ نہیں تھا کہ قرآن کریم سات حروف پر نازل ہوا ہے، بلکہ مطلب یہ تھا کہ وہ اس وسعت کے ساتھ نازل ہوا ہے کہ اُسے ایک مخصوص زمانے تک سات حروف پر پڑھا جا سکے گا اور سات حروف سے بھی مراد یہ نہیں ہے کہ قرآن کریم کے ہر کلمہ میں سات مرادفات کی اِجازت ہے، بلکہ مقصد یہ تھا کہ زیادہ سے زیادہ جتنے مرادفات استعمال کئے جاسکتے ہیں اُن کی تعداد سات ہے اور اس اجازت کا مفہوم بھی یہ نہ تھا کہ ہر شخص اپنی مرضی سے جو الفاظ چاہے استعمال کرلے، بلکہ متبادل الفاظ کی تعیین بھی خود آنحضرت ﷺ نے فرما دی تھی اور ہر شخص کو آپ نے اس طرح قرآن سکھلایا تھا جو اس کے لیے آسان ہو، لہٰذا صرف اُن مرادفات کی اجازت دی گئی تھی جو حضور ﷺ سے ثابت تھے۔ [فتح الباري: ۲۲/۹، ۲۳]

امام طحاویؒ کے علاوہ حضرت سفیان بن عینیہ رحمہ اللہ، ابن وہب رحمہ اللہ اور حافظ ابن عبدالبر رحمہ اللہ نے بھی یہی قول اختیار کیا ہے بلکہ حافظ ابن عبدالبر رحمہ اللہ نے تو اس قول کو اکثر علماء کی طرف منسوب کیا ہے۔

[شرح الموطأ للزرقاني: ۱۱/۲]

یہ قول پچھلے تمام اقوال کے مقابلہ میں زیادہ قرین قیاس ہے، اور اس کے قائلین اپنی دلیل میں مسند احمدؒ کی وہ روایت پیش کرتے ہیں جو حضرت ابو بکرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے:

أن جبريل قال يا محمد اقرأ القرآن على حرف، قال ميكائيكل استزده حتىٰ بلغ سبعة أحرف، قال كل شافٍ كافٍ ما لم تخلط آية عذاب برحمة أو رحمة بعذاب، نحو قولك تعال وأقبل وهلم واذهب واسرع وعجّل [هذا اللفظ رواية احمد وإسناده جيد، أوجز المسالك: ۳۵۷/۲]

''جبریل علیہ السلام نے (حضور ﷺ سے) کہا کہ اے محمدؐ! قرآن کریم کو ایک حرف پر پڑھیے، میکائیل علیہ السلام نے (حضور ﷺ سے) کہا اس میں اضافہ کروائیے۔ یہاں تک کہ معاملہ سات حروف تک پہنچ گیا، حضرت جبرئیل علیہ السلام نے فرمایا، ان میں سے ہر ایک شافی کافی ہے۔ تاوقتیکہ آپ عذاب کی آیت کو رحمت سے یا رحمت کو عذاب سے مخلوط نہ کریں، یہ ایسا ہی ہوتا جیسے آپ تعال (آؤ) کے معنی کو أقبل، هلم، اذهب، أسرع اور عجل کے الفاظ سے ادا کریں۔''

اس قول پر اور تو کوئی اشکال نہیں ہے، لیکن ایک الجھن اس میں بھی باقی رہتی ہے اور وہ یہ کہ قرآن کریم کی جو مختلف قراءتیں آج تک متواتر چلی آرہی ہیں، اس قول کے مطابق ان کی حیثیت واضح نہیں ہوتی، اگر ان قراءتوں کو 'سات حروف' سے الگ کوئی چیز قرار دیا جائے تو اس کے لیے دلیل کی ضرورت ہے، احادیث کے وسیع ذخیرے میں 'احرف' کے اختلاف کے علاوہ قرآن کریم کے کسی اور لفظی اختلاف میں 'احرف سبعہ' کے علاوہ ایک اور قسم کا اختلاف

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بھی تھا، اس الجھن کا کوئی اطمینان بخش حل اس قول کے قائلین کے یہاں مجھے نہیں مل سکا۔

'سبعہ احرف' کی راجح ترین تشریح

ہمارے نزدیک قرآن کریم کے 'سات حروف' کی سب سے بہتر تشریح اور تعبیر یہ ہے کہ حدیث میں 'حروف کے اختلاف' سے مراد 'قراءتوں کا اختلاف' ہے اور سات حروف سے مراد 'اختلاف قراءات' کی سات نوعیتیں ہیں، چنانچہ قراءتیں تو اگرچہ سات سے زائد ہیں، لیکن ان قراءتوں میں جو اختلافات پائے جاتے ہیں، وہ سات اقسام پر منحصر ہیں، (ان سات اقسام کی تشریح آگے آرہی ہے)

ہمارے علم کے مطابق یہ قول متقدمین میں سے سب سے پہلے امام مالک رحمہ اللہ کے یہاں ملتا ہے مشہور مفسر قرآن علامہ نظام الدین قمی نیشاپوری رحمہ اللہ اپنی تفسیر غرائب القرآن میں لکھتے ہیں کہ احرف سبعہ کے بارے میں امام مالک رحمہ اللہ کا یہ مذہب منقول ہے کہ اس سے مراد قراءات میں مندرجہ ذیل سات قسم کے اختلافات ہیں:

① مفرد اور جمع کا اختلاف، کہ ایک قراءت میں لفظ مفرد آیا ہو اور دوسری میں صیغۂ جمع، مثلاً وتمت کلمة ربك، اور كلمات ربك،
② تذکیر و تانیث کا اختلاف، کہ ایک میں لفظ مذکر استعمال ہوا اور دوسری میں مونث جیسے لا يقبل اور لا تقبل۔
③ وجوہ اعراب کا اختلاف، کہ زیر زبر وغیرہ بدل جائیں، مثلاً هَلْ مِنْ خَالِقٍ غَيْرُ اللهِ اور غَيْرِ اللهِ
④ صرفی ہیئت کا اختلاف، جیسے يَعْرِشُوْنَ اور يُعَرِّشُوْنَ
⑤ ادوات (حروف نحویہ) کا اختلاف، جیسے لٰكِنَّ الشَّيَاطِيْنَ اور لٰكِنِ الشَّيَاطِيْنُ
⑥ لفظ کا ایسا اختلاف جس سے حروف بدل جائیں، جیسے تعلمون اور يعلمون اور ننشزها اور ننشرها
⑦ لہجوں کا اختلاف، جیسے تخفیف، تفخیم، امالہ، مد، قصر، اظہار اور ادغام وغیرہ۔

[غرائب القرآن ورغائب الفرقان، هامش ابن جرير:۲۱/۱]

پھر یہی قول علامہ ابن قتیبہ رحمہ اللہ، امام ابوالفضل رازی رحمہ اللہ، قاضی ابوبکر بن الطیب باقلانی رحمہ اللہ اور محقق ابن الجزری رحمہ اللہ نے اختیار فرمایا ہے۔ ابن قتیبہ رحمہ اللہ، ابوالفضل رازی رحمہ اللہ اور ابن الجزری رحمہ اللہ کے اقوال، [فتح الباري: ۲۵/۹، ۲۶]، اور [الاتقان: ۴۷/۱]، میں موجود ہیں اور قاضی ابن الطیب رحمہ اللہ کا قول [تفسير القرطبی: ۴۵/۱] میں دیکھا جاسکتا ہے۔

محقق ابن الجزری رحمہ اللہ جو قراءات کے مشہور امام ہیں اپنا یہ قول بیان کرنے سے قبل تحریر فرماتے ہیں:

''میں اس حدیث کے بارے میں اشکالات میں مبتلا رہا اور اس پر تیس سال سے زیادہ غور وفکر کرتا رہا، یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے مجھ پر اس کی ایسی تشریح کھول دی جو ان شاء اللہ صحیح ہوگی۔'' [النشر فی القراءات العشر: ۲۶/۱]

یہ سب حضرات اس بات پر تو متفق ہیں کہ حدیث میں ''سات حروف'' سے مراد اختلاف قراءت کی سات نوعیتیں ہیں، لیکن پھر ان نوعیتوں کی تعیین میں ان حضرات کے اقوال میں تھوڑا تھوڑا فرق ہے، جس کی وجہ یہ ہے کہ ہر ایک نے قراءات کا استقراء اپنے طور پر الگ الگ کیا ہے، ان میں جن صاحب کا استقراء سب سے زیادہ منضبط، مستحکم اور جامع و مانع ہے، وہ امام ابوالفضل رازی رحمہ اللہ ہیں، فرماتے ہیں: کہ قراءات کا اختلاف سات اقسام میں منحصر ہے۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

① **اسماء کا اختلاف،** جس میں افراد، تثنیہ، جمع اور تذکیر و تانیث دونوں کا اختلاف داخل ہے، (اس کی مثال وہی تمت کلمۃ ربك ہے، جو ایک قراءت میں تمت کلمات ربك بھی پڑھا گیا ہے)

② **افعال کا اختلاف،** کہ کسی قراءت میں صیغۂ ماضی ہو، کسی میں مضارع اور کسی میں امر (اس کی مثال ربنا باعد بین أسفارنا ہے کہ ایک قراءت میں اس کی جگہ ربنا بعد بین أسفارنا بھی آیا ہے)

③ **وجوہ اعراب کا اختلاف،** جس میں اعراب یا حرکات مختلف قراءتوں میں مختلف ہوں (اس کی مثال وَلَا يُضَارَّ كَاتِبٌ اور لَا يُضَارُّ كَاتِبٌ اور ذُوْالْعَرْشِ الْمَجِيْدُ اور ذُوْالْعَرْشِ الْمَجِيْدِ)

④ **الفاظ کی کمی بیشی کا اختلاف،** کہ ایک قراءت میں کوئی لفظ کم اور دوسری میں زیادہ ہو (مثلاً ایک قراءت میں وما خلق الذکر والانثی ہے اور دوسری میں والذکر والانثیٰ ہے اور اس میں وما خلق کا لفظ نہیں ہے، اسی طرح ایک قراءت میں تجری من تحتھا الانھر اور دوسری میں تجری تحتھا الانھر)

⑤ **تقدیم و تاخیر کا اختلاف** کہ ایک قراءت میں کوئی لفظ مقدم اور دوسری میں مؤخر ہے۔ (مثلاً وجاءت سکرۃ الموت بالحق اور جاءت سکرۃ الحق بالموت)

⑥ **بدلیت کا اختلاف،** کہ ایک قراءت میں ایک لفظ ہے اور دوسری قراءت میں اس کی جگہ دوسرا لفظ (مثلاً ننشزھا اور ننشرھا، نیز فتبینوا، فتثبتوا اور طلح اور طلع)

⑦ **لہجوں کا اختلاف،** جس میں تفخیم، ترقیق، امالہ، قصر، مد، ہمز، اظہار اور ادغام وغیرہ کے اختلاف شامل ہیں۔[فتح الباری:۹/۳۴] (مثلاً موسیٰ ایک قراءت امالہ کے ساتھ ہے، اور دوسری میں بغیر امالہ کے ہے)

علامہ ابن الجزری رحمہ اللہ، علامہ ابن قتیبہ رحمہ اللہ اور قاضی ابوطیب رحمہ اللہ کی بیان کردہ وجوہ اختلاف بھی اس سے ملتی جلتی ہیں، البتہ امام ابوالفضل رازی رحمہ اللہ کا استقراء اس لیے زیادہ جامع معلوم ہوتا ہے کہ اس میں کسی قسم کا اختلاف چھوٹا نہیں ہے، اس کے برخلاف باقی تین حضرات کی بیان کردہ وجوہ میں آخری قسم یعنی لہجوں کے اختلاف کا بیان نہیں ہے، اور امام مالک رحمہ اللہ کی بیان کردہ وجوہ میں لہجوں کا اختلاف تو بیان کیا گیا ہے، لیکن الفاظ کی کمی بیشی، تقدیم و تاخیر اور بدلیت کے اختلافات کی پوری وضاحت نہیں ہے، اس کے برخلاف امام ابوالفضل رازی رحمہ اللہ کے استقراء میں یہ تمام اختلافات وضاحت کے ساتھ جمع ہو گئے ہیں، محقق ابن الجزری رحمہ اللہ جنہوں نے تیس سال سے زائد غور و فکر کرنے کے بعد سات احرف کو سات وجوہ اختلاف پر محمول کیا ہے۔ انہوں نے بھی امام ابوالفضل رحمہ اللہ کا قول بڑی وقعت کے ساتھ نقل فرمایا ہے اور اس پر کوئی اعتراض نہیں کیا بلکہ اُن کے مجموعی کلام سے یہ مترشح ہوتا ہے کہ انہیں امام ابوالفضل رحمہ اللہ کا استقراء خود اپنے استقراء سے بھی زیادہ پسند آیا ہے۔[النشر في القراءات العشر:۱/۲۷،۲۸]

اس کے علاوہ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ کے کلام سے بھی یہ محسوس ہوتا ہے کہ انہوں نے ان تینوں اقوال میں امام ابوالفضل رازیؒ کے استقراء کو ترجیح دی ہے، کیونکہ انہوں نے علامہ ابن قتیبہ رحمہ اللہ کا قول نقل کر کے لکھا ہے کہ ھذا وجه حسن (یہ اچھی توجیہ ہے) پھر امام ابوالفضل کی بیان کردہ سات وجوہ بیان کر کے تحریر فرمایا ہے:

"قلت وقد أخذ كلام ابن قتيبة ونقحه"[فتح الباري:۹/۲۴]

''میرا خیال ہے کہ امام ابوالفضل رازیؒ نے ابن قتیبہ کا قول اختیار کر کے اُسے اور نکھار دیا ہے۔''

آخری دور میں شیخ عبدالعظیم الزرقانی رحمہ اللہ نے بھی انہی کے قول کو اختیار کر کے اس کی تائید میں متعلقہ دلائل پیش

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

کیے ہیں۔ [مناهل العرفان في علوم القرآن:۱/۱۵۴ تا ۱۵۶]

بہر کیف! استقراء کی وجوہ میں تو اختلاف ہے، لیکن اس بات پر امام مالک علامہ ابن قتیبہ، امام ابوالفضل رازی، محقق ابن الجزری اور قاضی باقلانی رحمہم اللہ پانچوں حضرات متفق ہیں کہ حدیث میں سات حروف سے مراد قراءت کے وہ اختلاف ہیں جو سات نوعیّتوں میں منحصر ہیں۔

احقر کی ناچیز رائے میں 'سبعہ احرف' کی یہ تشریح سب سے زیادہ بہتر ہے۔ حدیث کا منشاء یہی معلوم ہوتا ہے کہ قرآن کریم کے الفاظ کو مختلف طریقوں سے پڑھا جاسکتا ہے اور یہ مختلف طریقے اپنے نوعیّتوں کے لحاظ سے سات ہیں، ان سات نوعیّتوں کی کوئی تعیین چونکہ کسی حدیث میں موجود نہیں ہے اس لیے یقین کے ساتھ تو کسی کے استقراء کے بارے میں نہیں کہا جاسکتا کہ حدیث میں وہی مراد ہے لیکن بظاہر امام ابوالفضل رازیؒ کا استقراء زیادہ صحیح معلوم ہوتا ہے کیونکہ وہ موجودہ قراءات کی تمام انواع کو جامع ہے۔

اس قول کی وجوہ ترجیح

'سبعہ احرف' کی تشریح میں جتنے اقوال حدیث، تفسیر اور علوم قرآن کی کتابوں میں بیان ہوئے ہیں ہمارے نزدیک اُن سب میں یہ قول (کہ سات حروف سے مراد اختلاف قراءت کی سات نوعیّتیں ہیں) سب سے زیادہ راجح، قابل اعتماد اور اطمینان بخش ہے اور اس کی مندرجہ ذیل وجوہ ہیں:

① اس قول کے مطابق 'حروف' اور 'قراءات' کو دو الگ الگ چیزیں قرار دینا نہیں پڑتا۔ علامہ ابن جریر رحمہ اللہ اور امام طحاوی رحمہ اللہ کے اقوال میں ایک مشترک الجھن یہ ہے کہ ان میں یہ تسلیم کرنا پڑتا ہے کہ قرآن کریم کی تلاوت میں دو قسم کے اختلافات تھے، ایک حروف کا اختلاف اور دوسرا قراءات کا اختلاف۔ حروف کا اختلاف اب ختم ہوگیا اور قراءات کا اختلاف باقی ہے، حالانکہ احادیث کے اتنے بڑے ذخیرے میں کوئی ایک ضعیف حدیث بھی ایسی نہیں ملتی جس سے یہ ثابت ہو کہ 'حروف' اور 'قراءات' دو الگ الگ چیزیں ہیں، احادیث میں صرف حروف کے اختلاف کا ذکر ملتا ہے اور اسی کے لیے کثرت سے 'قراءت' کا لفظ استعمال کیا گیا ہے۔ اگر 'قراءات' ان 'حروف' سے الگ ہوتیں تو کسی نہ کسی حدیث میں اُن کی طرف کوئی اشارہ تو ہونا چاہئے تھا، آخر کیا وجہ ہے کہ 'حروف' کے اختلاف کی احادیث تو تقریباً تواتر تک پہنچی ہوئی ہیں، اور 'قراءات' کے جداگانہ اختلاف کا ذکر کسی حدیث میں بھی نہیں ہے؟ محض اپنی قیاس سے یہ کہہ دینا کیونکر ممکن ہے کہ اختلاف حروف کے علاوہ قرآن کریم کے الفاظ میں ایک دوسری قسم کا اختلاف بھی تھا؟

مذکورہ بالا قول میں یہ اُلجھن بالکل رفع ہوجاتی ہے، اس لیے کہ اس میں 'حروف' اور 'قراءات' کو ایک ہی چیز قرار دیا گیا ہے۔

② علامہ ابن جریر رحمہ اللہ کے قول پر یہ ماننا پڑتا ہے کہ سات حروف میں سے چھ حروف منسوخ یا متروک ہوگئے اور صرف ایک حرف قریش باقی رہ گیا۔ (موجودہ قراءات اسی حرف قریش کی ادائیگی کے اختلافات ہیں) اور اس نظریہ کی قباحتیں ہم آگے تفصیل کے ساتھ بیان کریں گے، مذکورہ بالا آخری قول میں یہ قباحتیں نہیں ہیں، کیونکہ اس کے مطابق ساتوں حروف آج بھی باقی اور محفوظ ہیں۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

③ اس قول کے مطابق 'سات حروف' کے معنی بلا تکلف صحیح ہو جاتے ہیں جبکہ دوسرے اقوال میں یا 'حروف' کے معنی میں تاویل کرنی پڑتی ہے یا 'سات' کے عدد میں۔

④ 'سبعہ احرف' کے باب میں جتنے علماء کے اقوال ہماری نظر سے گذرے ہیں، اُن میں سب سے زیادہ جلیل القدر اور عہد رسالتؐ سے قریب تر ہستی امام مالک رحمہ اللہ کی ہے اور وہ علامہ نیشاپوری رحمہ اللہ کے بیان کے مطابق اسی قول کے قائل ہیں۔

⑤ علامہ ابن قتیبہ رحمہ اللہ اور محقق ابن الجزری رحمہ اللہ دونوں علم قراءات کے مسلم الثبوت امام ہیں، اور دونوں اسی قول کے قائل ہیں اور مؤخر الذکر کا یہ قول پہلے گذر چکا ہے کہ انہوں نے تیس سال سے زائد اس حدیث پر غور کرنے کے بعد اس قول کو اختیار کیا ہے۔

اس قول پر وارد ہونے والے اعتراضات اور اُن کا جواب

اب ایک نظر اُن اعتراضات پر بھی ڈال لیجئے جو اس قول پر وارد ہو سکتے ہیں یا وارد کئے گئے ہیں:

❶ اس پر ایک اعتراض تو یہ کیا گیا ہے کہ اس قول میں جتنی وجوہ اختلاف بیان کی گئی ہیں وہ زیادہ تر صرفی اور نحوی تقسیمات پر مبنی ہیں، حالانکہ آنحضرت ﷺ نے جس وقت یہ حدیث ارشاد فرمائی اس وقت صرف ونحو کی یہ فنی اِصطلاحات اور تقسیمات رائج نہیں ہوئی تھیں، اُس وقت اکثر لوگ لکھنا پڑھنا بھی نہیں جانتے تھے، ایسی صورت میں ان وجوہ اختلاف کو 'سبعہ احرف' قرار دینا مشکل معلوم ہوتا ہے۔ حافظ ابن حجرؒ نے یہ اعتراض نقل کرکے اس کا یہ جواب دیا ہے کہ:

"ولایلزم من ذلك توهين ما ذهب إليه ابن قتيبة لاحتمال أن يكون الانحصار المذكور فى ذلك وقع اتفاقاً وإنما اطلع عليه بالاستقراء وفى ذلك من الحكمة البالغة مالايخفى" [فتح الباری:۹/۲۴]

''اس سے ابن قتیبہؒ کے قول کی کمزوری لازم نہیں آتی، اس لیے کہ یہ ممکن ہے کہ مذکورہ انحصار اتفاقاً ہوگیا ہو اور اس کی اطلاع استقراء کے ذریعہ ہوگئی ہو اور اس میں جو حکمت بالغہ ہے وہ پوشیدہ نہیں۔''

ہماری ناچیز فہم کے مطابق اس جواب کا حاصل یہ ہے کہ یہ درست ہے عہد رسالتؐ میں یہ اصطلاحات رائج نہ تھیں اور شاید یہی وجہ ہو کہ آنحضرت ﷺ نے ''سبعۃ احرف'' کی تشریح اس دور میں نہیں فرمائی۔ لیکن یہ ظاہر ہے کہ یہ فنی اصطلاحات جن مفاہیم سے عبارت ہیں وہ مفاہیم تو اس دور میں بھی موجود تھے۔ اگر آنحضرت ﷺ نے ان مفاہیم کے لحاظ سے وجوہ اختلاف کو سات میں منحصر قرار دے دیا ہو تو اس میں کیا تعجب ہے؟ ہاں اُس دور میں اگر سات وجوہ اختلاف کی تفصیل بیان کی جاتی، تو شاید عامۃ الناس کی سمجھ سے بالاتر ہوتی۔ اس لیے آپؐ نے اس کی تفصیل بیان فرمانے کے بجائے صرف اتنا واضح فرما دیا کہ یہ وجوہ اختلاف کل سات میں منحصر ہیں بعد میں جب یہ اصطلاحات رائج ہوگئیں تو علماء نے استقراء تام کے ذریعہ ان وجوہ اختلاف کو اصطلاحی الفاظ سے تعبیر کردیا، یہ ہم پہلے عرض کر چکے ہیں کہ کسی خاص شخص کے استقراء کے بارے میں یقین کامل سے یہ کہنا مشکل ہے کہ حضور اقدس ﷺ کی مراد یہی تھی، لیکن جب مختلف لوگوں کا استقراء یہ ثابت کررہا ہے کہ وجوہ اختلاف کل سات ہیں تو اس بات کا قریب قریب یقین ہو جاتا ہے کہ ''سبعۃ احرف'' سے آپؐ کی مراد سات وجوہ اختلاف تھیں، خواہ ان کی تفصیل بعینہٖ وہ نہ جو

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بعد میں استقراء کے ذریعے معین کی گئی ہے بالخصوص جبکہ 'سبعہ احرف' کی تشریح میں کوئی اورصورت معقولیت کے ساتھ بنتی ہی نہیں ہے۔

سات حروف کے ذریعہ کیا آسانی پیدا ہوئی ؟

۲ اس قول پر دوسرا اعتراض یہ ہوسکتا ہے کہ قرآن کریم کو سات حروف پر اس لیے نازل کیا گیا، تاکہ امت کے لیے تلاوت قرآن میں آسانی پیدا کی جائے۔ یہ آسانی علامہ ابن جریر رحمہ اللہ کے قول پر تو سمجھ میں آتی ہے کیونکہ عرب میں مختلف قبائل کے لوگ تھے اور ایک قبیلے کے لیے دوسرے قبیلے کی لغت پر قرآن پڑھنا مشکل تھا لیکن امام مالک رحمہ اللہ ، امام رازی رحمہ اللہ اور ابن الجزری رحمہ اللہ وغیرہ کے اس قول پر تو ساتوں حروف ایک لغت قریش ہی سے متعلق ہیں۔اس میں یہ بات واضح نہیں ہوتی کہ جب قرآن کریم ایک ہی لغت پر نازل کرنا تھا تو اس میں قراءات کا اختلاف باقی رکھنے کی کیا ضرورت تھی؟

اس اعتراض کی بنیاد اس بات پر ہے کہ آنحضرت ﷺ نے تلاوت قرآن میں سات حروف کی جو سہولت اُمت کے لیے مانگی تھی اس میں قبائل عرب کا اختلاف لغت آپ ؐ کے پیش نظر تھا۔ حافظ ابن جریر طبری رحمہ اللہ نے اسی بناء پر 'سات حروف' کو 'سات لغات عرب' کے معنی پہنائے ہیں، حالانکہ یہ وہ بات ہے جس کی تائید کسی حدیث سے نہیں ہوتی۔اس کے برعکس ایک حدیث میں سرکار دو عالم ﷺ نے صراحت و وضاحت کے ساتھ یہ بیان فرمادیا ہے کہ سات حروف کی آسانی طلب کرتے ہوئے آپ ﷺ کے پیش نظر کیا بات تھی؟ امام ترمذی رحمہ اللہ نے صحیح سند کے ساتھ حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ کا یہ ارشاد نقل کیا ہے کہ:

”لقی رسول اللہ ﷺ جبریل عند احجار المراء فقال رسول اللہ ﷺ لجبریل: إنی بُعثت إلی أُمة أُمیین فیھم الشیخ الفانی والعجوز الکبیرة والغلام ، قال فمرھم فلیقرء وا القرآن علیٰ سبعة أحرف“ [النشر فی القراءات العشر:۲۰/۱]

''رسول اللہ ﷺ کی حضرت جبریل علیہ السلام سے مراء کے پتھروں کے قریب ملاقات ہوئی، آپ ؐ نے حضرت جبریلؑ سے فرمایا: میں ایک اَن پڑھ اُمت کی طرف بھیجا گیا ہوں جس میں لبِ گور بوڑھے بھی ہیں، سن رسیدہ بوڑھیاں بھی اور بچے بھی، حضرت جبریلؑ نے فرمایا کہ اُن کو حکم دیجئے کہ وہ قرآن کو سات حروف پر پڑھیں۔''

ترمذی ہی کی دوسری روایت میں الفاظ یہ ہیں کہ آپ ؐ نے حضرت جبریلؑ سے فرمایا:

«إنی بعثت إلی أُمة أُمیین منھم العجوز والشیخ والکبیر والغلام والجاریة والرجل الذی لم یقرأ کتابا قط» [سنن الترمذی:۲۹۴۴]

''مجھے ایک اَن پڑھ اُمت کی طرف بھیجا گیا ہے جن میں بوڑھیاں بھی ہیں، بوڑھے بھی، سن رسید بھی، لڑکے بھی اور لڑکیاں بھی اور ایسے لوگ بھی جنہوں نے کبھی کوئی کتاب نہیں پڑھی۔''

اس حدیث کے الفاظ صراحت اور وضاحت کے ساتھ بتلا رہے ہیں کہ اُمت کے لیے سات حروف کی آسانی طلب کرنے میں آنحضرت ﷺ کے پیش نظر یہ بات تھی کہ آپ ؐ ایک اُمی اور اَن پڑھ قوم کی طرف مبعوث ہوئے ہیں۔جس میں ہر طرح کے افراد ہیں۔ اگر قرآن کریم کی تلاوت کے لیے صرف ایک ہی طریقہ متعین کردیا گیا تو اُمت مشکل میں مبتلا ہوجائے گی۔اس کے برعکس اگر کئی طریقے رکھے گئے تو یہ ممکن ہوگا کہ کوئی شخص ایک طریقے سے

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

تلاوت پر قادر نہیں ہے تو وہ دوسرے طریقہ سے انہی الفاظ کو ادا کر دے۔ اس طرح اس کی نماز اور تلاوت کی عبادات درست ہو جائیں گی۔ اکثر ایسا ہوتا ہے کہ بوڑھوں، بوڑھیوں یا اَن پڑھ لوگوں کی زبان پر ایک لفظ ایک طریقہ سے چڑھ جاتا ہے اور اس کے لیے زیر زبر کا معمولی فرق بھی دشوار ہوتا ہے، اس لیے آپؐ نے یہ آسانی طلب فرمائی کہ مثلاً کوئی شخص معروف کا صیغہ ادا نہیں کرسکتا تو اس کی جگہ دوسری قراءت کے مطابق مجہول کا صیغہ ادا کرلے یا کسی کی زبان پر صیغۂ مفرد نہیں چڑھتا تو وہ اسی آیت کو صیغہ جمع سے پڑھ لے، کسی کے لیے لہجہ کا ایک طریقہ مشکل ہے تو دوسرا اختیار کرلے اور اس طرح اس کو پورے قرآن میں سات قسم کی آسانیاں مل جائیں گی۔

آپ نے مذکورہ بالا حدیث میں ملاحظہ فرمایا کہ اس میں آنحضرت ﷺ نے سات حروف کی آسانی طلب کرتے وقت یہ نہیں فرمایا کہ میں جس اُمت کی طرف بھیجا گیا ہو وہ مختلف قبائل سے تعلق رکھتی ہے اور اُن میں سے ہر ایک کی لغت جدا ہے، اس لیے قرآن کریم کو مختلف لغات پر پڑھنے کی اِجازت دی جائے اس کے برخلاف آپؐ نے قبائلی اختلافات سے قطع نظر ان کی عمروں کا تفاوت اور اُن کے اُمی ہونے کی صفت پر زور دیا یہ اس بات کی واضح دلیل ہے کہ سات حروف کی آسانی دینے میں بنیادی عامل قبائل کا لغوی اختلاف نہ تھا بلکہ اُمت کی ناخواندگی کے پیش نظر تلاوت میں ایک عام قسم کی سہولت دینا پیش نظر تھا، جس سے اُمت کے تمام افراد فائدہ اٹھاسکیں۔

❸ اس قول پر تیسرا اعتراض یہ ہوسکتا ہے کہ اختلاف قراءات کی جو سات نوعیتیں بیان کی گئی ہیں وہ خواہ مالکؒ یا ابوالفضل رازیؒ کی بیان کی ہوئی ہوں یا علامہ ابن قتیبہؒ، محقق ابن الجزریؒ اور قاضی ابن الطیبؒ کی، بہرحال ایک قیاس اور تخمینہ کی حیثیت رکھتی ہیں۔ اسی وجہ سے ان حضرات میں سے ہر ایک نے ان سات وجوہ اختلاف کی تفصیل الگ الگ بیان کی ہے، اُن کے بارے میں یقین کے ساتھ یہ کیونکر باور کرلیا جائے کہ آنحضرت ﷺ کی مراد یہی تھی۔

اس کا جواب یہ ہے کہ 'سبعہ احرف' کی کوئی واضح تشریح کسی حدیث یا کسی صحابی کے قول میں نہیں ملتی۔ اس لیے اس باب میں جتنے اقوال ہیں اُن سب میں روایات کو مجموعی طور پر جمع کر کے کوئی نتیجہ نکالا گیا ہے۔ اس لحاظ سے یہ قول زیادہ قرین صحت معلوم ہوتا ہے، کیونکہ اس پر کوئی بنیادی اعتراض واقع نہیں ہوتا۔ روایات کو مجموعی طور پر دیکھنے کے بعد ہمیں اس بات کا تو قریب قریب یقین ہوجاتا ہے کہ حدیث میں سات حروف سے مراد اختلاف قراءت کی سات نوعیتیں ہیں۔ رہی ان نوعیّتوں کی تعیین و تشخیص، سو اس کے بارے میں ہم پہلے بھی یہ عرض کرچکے ہیں کہ اسے معلوم کرنے کا ذریعہ استقراء کے سوا کوئی اور نہیں، امام ابوالفضل رازیؒ کا استقراء ہمیں جامع و مانع ضرور معلوم ہوتا ہے، مگر یقین کے ساتھ ہم کسی کے استقراء کے بارے میں یہ نہیں کہہ سکتے کہ حضور ﷺ کی مراد یہی تھی، لیکن اس سے یہ اصولی حقیقت مجروح نہیں ہوتی کہ 'سبعہ احرف' سے آنحضرت ﷺ کی مراد اختلاف قراءت کی سات نوعیتیں تھیں، جن کی تفصیل کا یقینی علم حاصل کرنے کا نہ ہمارے پاس کوئی راستہ ہے اور نہ اُس کی چنداں ضرورت ہے۔

❹ اس قول پر چوتھا اعتراض یہ ممکن ہے کہ اس قول میں 'حروف سبعہ' سے الفاظ اور ان کی ادائیگی کے طریقوں کا اختلاف مراد لیا گیا ہے، معانی سے اس میں بحث نہیں ہے، حالانکہ ایک روایت سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ اس سے مراد سات قسم کے معانی ہیں۔ امام طحاویؒ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کی روایت سے آنحضرت ﷺ کا یہ ارشاد نقل فرماتے ہیں:

"كان الكتاب الاول ينزل من باب واحد على حرف واحد و نزل القرآن من سبعة أبواب على سبعة أحرف زاجر وامرو حلال و حرام ومحكم ومتشابه وأمثال...... الخ"

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

''پہلے کتاب ایک باب سے ایک حرف پر نازل ہوتی تھی اور قرآن کریم سات ابواب سے سات حروف پر نازل ہوا (وہ سات حروف یہ ہیں) زاجر (کسی بات سے روکنے والا) آمر (کسی چیز کا حکم دینے والا) حلال وحرام، محکم (جس کے معنی معلوم ہیں) متشابہ (جس کے یقینی معنی معلوم نہیں) اور امثال''

اسی بناء پر بعض علماء سے منقول ہے کہ انہوں نے سات حروف کی تفسیر سات قسم کے معانی سے کی ہے:

اس کا جواب یہ ہے کہ مذکورہ بالا روایت سند کے اعتبار سے کمزور ہے۔ امام طحاوی رحمہ اللہ اس کی سند پر کلام کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ اسے ابوسلمہ رضی اللہ عنہ نے حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے، حالانکہ ابوسلمہؓ کی ملاقات حضرت عبداللہ بن مسعودؓ سے نہیں ہوئی۔ [مشکل الآثار:۴/۱۸۵]

اس کے علاوہ قدیم زمانہ کے جن بزرگوں سے اس قسم کے اقوال منقول ہیں، ان کی تشریح کرتے ہوئے حافظ ابن جریر طبریؒ نے لکھا ہے کہ ان کا مقصد 'سبعہ احرف' والی حدیث کی تشریح کرنا نہیں تھا، بلکہ 'سبعہ احرف' کے زیر بحث مسئلہ سے بالکل الگ ہو کر یہ کہنا چاہتے تھے کہ قرآن کریم اس قسم کے مضامین پر مشتمل ہے۔ [تفسیر ابن جریر:۱/۱۵]

رہے وہ لوگ جنہوں نے 'سبعہ احرف' والی حدیث کی تشریح ہی میں اس قسم کی باتیں کہی ہیں، اُن کا قول بالکل بدیہی البطلان ہے۔ اس لیے کہ پیچھے جتنی احادیث نقل کی گئی ہیں، اُن کو سرسری نظر ہی سے دیکھ کر ایک معمولی عقل کا انسان بھی یہ سمجھ سکتا ہے کہ حروف کے اختلاف سے مراد معانی اور مضامین کا نہیں، بلکہ الفاظ کا اختلاف ہے چنانچہ محقق علماء میں سے کسی ایک نے بھی اس قول کا اختیار نہیں کیا، بلکہ اس کی تردید کی ہے۔ [تفصیل تردید کے لیے ملاحظہ ہو، الاتقان:۱/۴۹، نوع ۱۶، اور النشر فی القراءات العشر لابن الجزری:۱/۲۵]

حروف سبعہ اب بھی محفوظ ہیں یا متروک ہوگئے

'سات حروف' کے معنی متعین ہو جانے کے بعد اہم بحث یہ ہے کہ یہ ساتوں حروف آج بھی باقی ہیں یا نہیں؟ اس مسئلہ میں متقدمین سے تین قول منقول ہیں:

❶ پہلا قول حافظ ابن جریر طبریؒ اور ان کے متبعین کا ہے، پیچھے ہم عرض کر چکے ہیں کہ ان کے نزدیک 'احرف سبعہ' سے مراد قبائل عرب کی سات لغات ہیں۔ اسی بناء پر وہ یہ فرماتے ہیں کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے زمانہ تک قرآن کریم ان ساتوں حروف پر پڑھا جاتا تھا، لیکن حضرت عثمانؓ کے زمانے میں جب اسلام دور دراز ممالک تک پھیلا تو ان حروف سبعہ کی حقیقت نہ جاننے کی وجہ سے لوگوں میں جھگڑے ہونے لگے، مختلف لوگ مختلف حروف پر قرآن کریم کی تلاوت کرتے اور ایک دوسرے کی تلاوت کو غلط ٹھہراتے تھے۔ اس فتنہ کے انسداد کے لیے حضرت عثمانؓ نے صحابہ کرامؓ کے مشورے سے پوری اُمت کو صرف ایک حرف یعنی لغت قریش پر جمع کر دیا اور اسی کے مطابق سات مصاحف مرتب فرما کر مختلف صوبوں میں بھیج دیئے اور باقی تمام مصاحف کو نذر آتش کرا دیا تاکہ کوئی اختلاف پیدا نہ ہو سکے۔ لہٰذا اب صرف لغت قریش کا حرف باقی رہ گیا ہے اور باقی چھ حروف محفوظ نہیں رہے اور قراءتوں کا جو اختلاف آج تک باقی چلا آتا ہے وہ اسی ایک حرف قریش کی ادائیگی کے مختلف طریقے ہیں۔ [تفسیر ابن جریر:۱/۱۵]

حافظ ابن جریر رحمہ اللہ کا نظریہ اور اُس کی قباحتیں

حافظ ابن جریر طبریؒ نے چونکہ اپنا یہ نظریہ اپنی تفسیر کے مقدمہ میں بڑی تفصیل اور جزم و وثوق کے ساتھ بیان فرمایا

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہے۔اس لیے یہ قول بہت مشہور ہوگیا اور آج کل حروف سبعہ کی تشریح عموماً اسی کے مطابق کی جاتی ہے۔لیکن حقیقت یہ ہے کہ بیشتر محقق علماء [ان علماء کے اسماء گرامی آگے آرہے ہیں] نے اسے اختیار نہیں کیا بلکہ اس کی سختی کے ساتھ تردید فرمائی ہے۔ کیونکہ اس قول پر متعدد الجھنیں ایسی کھڑی ہو جاتی ہیں جن کا کوئی حل نہیں ہے۔

اس نظریہ پر سب سے پہلا اعتراض تو وہی ہوتا ہے جو ہم پہلے ذکر کر چکے ہیں کہ اس میں 'حروف' اور 'قراءات' کو دو الگ الگ چیزیں قرار دیا گیا ہے۔حالانکہ یہ بات کسی حدیث سے ثابت نہیں۔

دوسرا اعتراض یہ ہوتا ہے کہ حافظ ابن جریر طبریؒ ایک طرف تو یہ تسلیم فرماتے ہیں کہ ساتوں حروف منزل من اللہ تھے۔ دوسری طرف یہ فرماتے ہیں کہ حضرت عثمانؓ نے صحابہؓ کے مشورے سے چھ حروف کی تلاوت کو ختم فرما دیا حالانکہ اس بات کو باور کرنا بہت مشکل ہے کہ صحابہ کرامؓ اُن حروف کو یکسر ختم کرنے پر متفق ہوگئے ہوں جو اللہ تعالیٰ نے حضور ﷺ کی فرمائش پر اُمت کی آسانی کے لیے نازل فرمائے تھے۔صحابہ کرامؓ کا اجماع بیشک دین میں حجت ہے، لیکن صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے یہ ممکن نہیں معلوم ہوتا کہ جس چیز کا قرآن ہونا تواتر کے ساتھ ثابت ہو، اُسے وہ صفحۂ ہستی سے مٹا دینے پر متفق ہو جائیں۔

حافظ ابن جریرؒ نے اس اعتراض کا یہ جواب دیا ہے کہ دراصل امت کو قرآن کریم کی حفاظت کا حکم ہوا تھا اور اسے ساتھ ہی یہ اختیار بھی دے دیا تھا کہ وہ سات حروف میں سے جس حرف کو چاہے اختیار کرلے، چنانچہ اُمت نے اس اختیار سے فائدہ اٹھاتے ہوئے ایک اجتماعی مصلحت کی خاطر چھ حروف کی تلاوت چھوڑ دی اور ایک حرف کی حفاظت پر متفق ہوگئی۔اس اقدام کا منشاء نہ اُن حروف کو منسوخ قرار دینا تھا اور نہ اُن کی تلاوت کو حرام قرار دینا تھا، بلکہ اپنے لیے اجتماعی طور پر ایک حرف کا انتخاب تھا۔

لیکن یہ جواب بھی اس لیے کمزور معلوم ہوتا ہے کہ اگر صورت یہی تھی تو کیا یہ مناسب نہ تھا کہ اُمت اپنے عمل کے لیے خواہ ایک حرف کو اختیار کرلیتی، باقی چھ حروف کا وجود سرے سے ختم کرنے کے بجائے اُسے کم از کم کسی ایک جگہ محفوظ رکھتی، تاکہ اُن کا وجود ختم نہ ہو، قرآن کریم کا یہ ارشاد ہے:

﴿إِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّكْرَ وَإِنَّا لَهُ لَحَافِظُونَ﴾ [الحجر:۹]

''بلاشبہ ہم نے قرآن نازل کیا ہے اور ہم ہی اس کی حفاظت کرنے والے ہیں۔''

جب ساتوں حروف قرآن تھے تو اس آیت کا صاف تقاضا یہ ہے کہ وہ ساتوں حروف قیامت تک محفوظ رہیں گے اور کوئی شخص ان کی تلاوت چھوڑنا بھی چاہے تو وہ ختم نہیں ہوسکیں گے، حافظ ابن جریر طبریؒ نے اس کی نظیر میں یہ مسئلہ پیش کیا ہے کہ قرآن کریم نے جھوٹی قسم کھانے کے کفارے میں انسانوں کو تین باتوں کا اختیار دیا ہے، یا تو وہ ایک غلام آزاد کرے یا دس مسکینوں کو کھانا کھلائے، یا دس مسکینوں کو کپڑے دے، اب اگر اُمت باقی صورتوں کو ناجائز قرار دیئے بغیر اپنے عمل کے لیے ان میں سے کوئی ایک صورت اختیار کرلے تو یہ اُس کے لیے جائز ہے، اسی طرح قرآن کے سات حروف میں سے اُمت نے ایک حرف کو اجتماعی طور پر اختیار کرلیا، لیکن یہ مثال اس لیے درست نہیں کہ اگر امت کفارۂ یمین کی تین صورتوں میں سے ایک صورت اس طرح اختیار کرلے کہ باقی صورتوں کو ناجائز تو نہ کہے لیکن عملاً ان کا وجود بالکل ختم ہوکر رہ جائے اور لوگوں کو صرف اتنا معلوم رہ جائے کہ کفارۂ یمین کی دو صورتیں اور تھیں جن پر اُمت نے عمل ترک کردیا، لیکن وہ صورتیں کیا تھیں؟ اُن کا جاننے والا بھی کوئی باقی نہ رہے تو یقیناً اُمت کے لیے

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ایسے اقدام کی گنجائش نہیں ہے۔

پھر سوال یہ ہے کہ باقی چھ حروف کو ترک کرنے کی ضرورت کیوں پیش آئی تھی؟ حافظ ابن جریرؒ نے فرمایا کہ مسلمانوں میں ان حروف کے اختلاف کی وجہ سے شدید جھگڑے ہو رہے تھے۔ اس لیے حضرت عثمان نے صحابہؓ کے مشورہ سے یہ مناسب سمجھا کہ ان سب کو ایک حرف پر متحد کر دیا جائے، لیکن یہ بھی ایسی بات ہے جسے باور کرنا بہت مشکل ہے۔ حروف کے اختلاف کی بناء پر مسلمانوں کا اختلاف تو خود سرکار دو عالم ﷺ کے زمانے میں بھی پیش آیا تھا، احادیث میں ایسے متعدد واقعات مروی ہیں کہ ایک صحابی نے دوسرے صحابی کو مختلف طریقے سے قرآن کریم کی تلاوت کرتے سنا تو باہمی اختلاف کی نوبت آ گئی، یہاں تک کہ صحیح بخاری کی روایت کے مطابق حضرت عمر رضی اللہ عنہ تو حضرت ہشام بن حکیم بن حزام رضی اللہ عنہ کے گلے میں چادر ڈال کر انہیں آنحضرت ﷺ کی خدمت میں لے آئے تھے اور حضرت اُبی بن کعبؓ فرماتے ہیں کہ حروف کا یہ اختلاف سن کر میرے دل میں زبردست شکوک پیدا ہونے لگے تھے، لیکن اس قسم کے واقعات کی بناء پر آنحضرت ﷺ نے حروف سبعہ کو ختم کرنے کے بجائے انہیں حروف کی رخصت سے آگاہ فرمایا، اور اس طرح کوئی فتنہ پیدا نہیں ہو سکا۔ صحابہ کرامؓ سے یہ بعید ہے کہ انہوں نے اس اسوۂ حسنہ پر عمل کرنے کے بجائے چھ حروف ختم کرنے کا فیصلہ کر لیا ہو۔

پھر عجیب بات ہے کہ علامہ ابن جریرؒ کے قول کے مطابق صحابہؓ نے چھ حروف تو اختلاف کے ڈر سے ختم فرما دیئے اور قراءتیں (جو اُن کے قول میں حروف سے الگ ہیں) جوں کی توں باقی رکھیں، چنانچہ وہ آج تک محفوظ چلی آتی ہیں۔ سوال یہ ہے کہ افتراق واختلاف کا جو اندیشہ مختلف حروف پر قرآن کی تلاوت جاری رکھنے میں تھا کیا وہی اندیشہ قراءات کے اختلاف میں نہیں تھا؟ جبکہ ان قراءتوں کی روشنی میں بعض مرتبہ ایک ایک لفظ بیس بیس مختلف طریقوں سے پڑھا جاتا ہے؟ اگر چھ حروف ختم کرنے کا منشاء یہی تھا کہ مسلمانوں میں اتحاد پیدا ہو اور وہ سب ایک طریقہ سے قرآن کی تلاوت کیا کریں تو قراءتوں کے اختلاف کو آخر کیوں ختم نہیں کیا گیا؟ جب قراءات کے اختلاف کو باوجود مسلمانوں کے انتشار کو روکا جا سکتا تھا اور مسلمانوں کو یہ سمجھایا جا سکتا تھا کہ ان تمام طریقوں سے تلاوت جائز ہے تو یہی تعلیم حروف سبعہ کے باب میں فتنہ کا سبب کیوں سمجھ لی گئی؟ حقیقت یہ ہے کہ حافظ ابن جریرؒ کے قول پر 'حروف سبعہ' اور 'قراءات' کے بارے میں صحابہ کرامؓ کی طرف ایسی حیرت انگیز دو عملی منسوب کرنی پڑتی ہے جس کی کوئی معقول توجیہ سمجھ میں نہیں آتی

پھر حضرت عثمانؓ اور دوسرے صحابہ کرامؓ کی طرف اتنے بڑے اقدام کی نسبت کسی صریح اور صحیح روایت کی بناء پر نہیں بلکہ بعض مجمل الفاظ کی قیاسی تشریح کے ذریعہ کی گئی ہے جن روایات میں حضرت عثمانؓ کے جمع قرآن کا واقعہ بیان ہوا ہے اس میں اس بات کی کوئی صراحت نہیں ہے کہ انہوں نے چھ حروف کو ختم فرما دیا تھا بلکہ اس کے خلاف دلیلیں موجود ہیں جن کی تفصیل آگے آرہی ہے۔ اب کسی صحیح اور صریح روایت کے بغیر یہ کہنا کیسے ممکن ہے کہ صحابہ کرامؓ نے اُن چھ حروف کو بالکل بے نشان کر دینا گوارا کر لیا جو آنحضرت ﷺ کی بار بار فرمائش پر بذریعہ وحی نازل ہوئے تھے۔

حقیقت یہ ہے کہ جن صحابہ کرامؓ کی جمع وترتیب قرآن کے نیک کام میں محض اس لیے تأمل رہا ہو کہ یہ کام آنحضرت ﷺ نے نہیں کیا، جنہوں نے قرآن کریم کے ایک ایک لفظ کو محفوظ رکھنے میں اپنی عمریں کھپائی ہوں اور جنہوں نے منسوخ التلاوۃ آیات تک کو محفوظ کر کے اُمت تک پہنچایا ہو، اُن سے یہ بات بے انتہا بعید ہے کہ وہ

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

سب کے سب چھ حروف کو ختم کرنے پر اس طرح متفق ہو جائیں کہ آج اُن حروف کا کوئی نام و نشان تک باقی نہ رہے، جن آیات کی تلاوت منسوخ ہو چکی تھی، صحابہ کرامؓ نے انہیں بھی کم از کم تاریخی حیثیت میں باقی رکھ کر ہم تک پہنچایا ہے، لیکن کیا وجہ ہے کہ وہ 'حروف' جن کے بارے میں حافظ ابن جریرؒ بھی تسلیم فرماتے ہیں کہ وہ منسوخ نہیں ہوئے، بلکہ محض مصلحۃً اُن کی قراءت و کتابت ختم کر دی گئی، اُن کی کوئی ایک مثال کسی ضعیف روایت میں بھی محفوظ نہ رہ سکی۔

یہی وجہ ہے کہ بیشتر محقق علماء نے حافظ ابن جریر طبریؒ کے اس قول کی تردید فرمائی ہے جن کے اقوال کی تفصیل آگے آ رہی ہے۔

امام طحاویؒ کا قول

❷ دوسرا مسلک امام طحاویؒ نے اختیار فرمایا ہے۔ پیچھے گذر چکا ہے کہ اُن کے نزدیک قرآن کریم نازل تو صرف ایک لغت قریش پر ہوا تھا، لیکن اُمت کی آسانی کے خیال سے یہ اجازت دے دی گئی تھی کہ وہ قرآن کی تلاوت میں سات کی حد تک دوسرے مرادفات استعمال کر سکتے ہیں اور یہ مرادفات بھی آنحضرت ﷺ نے متعین فرما دیئے تھے۔ اسی اجازت کو حدیث میں قرآن کریم کے 'سات حروف' پر نازل ہونے سے تعبیر کیا گیا ہے، لیکن یہ اجازت ابتداء اسلام میں تھی، بعد میں جب لوگ قرآنی لغت کے عادی ہو گئے تو خود آنحضرت ﷺ کے زمانہ میں یہ اجازت منسوخ ہو گئی اور جب آپ نے اپنی وفات سے پہلے رمضان میں حضرت جبریل سے قرآن کریم کا آخری دور کیا تو اس وقت یہ مرادفات منسوخ کر دیئے گئے اور اب صرف وہی حرف باقی ہے جس پر قرآن کریم نازل ہوا تھا، یعنی حرف قریش، باقی چھ مرادفات منسوخ ہو چکے۔

یہ قول حافظ ابن جریرؒ کے قول کے مقابلہ میں اس لحاظ سے بہتر ہے کہ اس میں صحابہ کرامؓ کی طرف یہ بات منسوب نہیں کی گئی کہ چھ حروف انہوں نے ترک کئے، بلکہ نسخ کی نسبت خود عہد رسالتؐ کی طرف کی گئی ہے، لیکن اُس پر ایک اشکال تو یہ ہوتا ہے کہ اس قول کے مطابق چھ حروف منزل من اللہ نہیں تھے، حالانکہ حضرت عمرؓ اور حضرت ہشامؓ کے درمیان جو اختلاف پیش آیا اس میں حضرت ہشامؓ نے حضور ﷺ کے سامنے سورۂ فرقان اپنے طریقہ سے تلاوت فرمائی، تو اُسے سن کر آپؐ نے فرمایا: هكذا أنزلت (یہ سورت اسی طرح نازل ہوئی ہے) اور پھر حضرت عمرؓ نے اپنے طریقہ سے تلاوت فرمائی، اُسے سن کر بھی آپؐ نے فرمایا: هكذا أنزلت [صحیح البخاري:٢٤١٩] (یہ سورت اسی طرح نازل کی گئی ہے) ان الفاظ کا کھلا ہوا مفہوم یہ معلوم ہوتا ہے کہ دونوں طریقے منزل من اللہ تھے۔

دوسرے جیسا کہ پیچھے عرض کیا گیا اس قول میں بھی قراءات کی حیثیت واضح نہیں ہوتی کہ وہ سات حروف میں داخل تھیں یا نہیں۔ اگر داخل تھیں تو چھ حروف کی طرح اُن کے بارے میں بھی یہ کہنا پڑے گا کہ (معاذ اللہ) وہ منزل من اللہ نہیں ہیں۔ حالانکہ یہ اجماع کے خلاف ہے اور اگر داخل نہیں تھیں تو ان کے علیحدہ وجود پر کوئی دلیل نہیں، اس لیے اس قول پر بھی شرح صدر نہیں ہوتا۔

سب سے بہتر قول

تیسرا قول جو سب سے زیادہ اطمینان بخش اور بے غبار ہے وہ یہی ہے کہ سات اَحرف سے مراد چونکہ اختلاف قراءات ہی کی سات مختلف نوعیتیں ہیں جن کا ذکر پیچھے آ چکا ہے، اس لیے یہ ساتوں حروف آج بھی پوری طرح محفوظ

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہیں اور باقی ہیں اور ان کی تلاوت کی جاتی ہے، البتہ اتنا فرق ضرور ہوا ہے کہ ابتدائے اسلام میں قراءتوں کے اختلافات کی تعداد بہت زیادہ تھی اور ان میں مرادف الفاظ کے اختلاف کی کثرت تھی جس کا مقصد یہ تھا کہ جو لوگ لغت قرآن کے پوری طرح عادی نہیں ہوئے انہیں زیادہ سے زیادہ سہولت دی جائے، بعد میں جب اہل عرب لغت قرآن کے عادی ہوگئے تو مرادفات وغیرہ کے بہت سے اختلافات ختم کردیئے گئے، چنانچہ آنحضرت ﷺ نے حضرت جبریل علیہ السلام سے جو آخری دور کیا، (اور جسے اصطلاح میں عرضۂ اخیرہ کہا جاتا ہے) اُس وقت بہت سی قراءتیں منسوخ کردی گئیں جن کی دلیل آگے آرہی ہے، لیکن جتنی قراءتیں اُس وقت باقی رہ گئیں وہ ساری کی ساری آج تواتر کے ساتھ چلی آرہی ہیں اوران کی تلاوت ہوتی ہے۔

'احرف سبعہ' کی پیچیدہ بحث میں یہ وہ بے غبار راستہ ہے جس پر تمام روایات حدیث بھی اپنی اپنی جگہ صحیح بیٹھ جاتی ہیں۔ نہ اُن میں کوئی تعارض یا اختلاف باقی رہتا ہے اور نہ کوئی اور معقول اشکال پیش آتا ہے، اس سلسلے میں ممکنہ شبہات کا جواب ہم آگے تفصیل کے ساتھ دیں گے، جس سے اُس قول کی حقانیت اچھی طرح واضح ہوسکے گی، لیکن پہلے یہ سن لیجئے کہ اس قول کے قائل کون حضرات ہیں؟ یہاں ہم اُن حضرات کے اسمائے گرامی اور حوالے پیش کرتے ہیں جنہوں نے اس قول کو اختیار کیا یا حافظ ابن جریر طبریؒ کی تردید کی ہے:

اس قول کے قائلین

حافظ ابوالخیر محمد بن الجزری [متوفی ۸۳۳ھ] جو قراءات کے امام اعظم مشہور ہیں اور حدیث وفقہ میں حافظ ابن کثیرؒ کے شاگرد اور حافظ ابن حجرؒ کے استاد ہیں، اپنی مشہور کتاب 'النشر فی القراء ات العشر' میں تحریر فرماتے ہیں:

"أمّا کون المصاحف العثمانیة مشتملة علی جمیع الاحرف السبعة فانّ هذه مسئلة کبیرة اختلف العلماء فیها فذهب جماعات من الفقهاء والقراء والمتکلمین الیٰ أنّ المصاحف العثمانیه مشتملة علیٰ جمیع الاحرف السبعة وبنوا ذلك علیٰ أنه لا یجوز علی الامة أن تهمل نقل شیٔ من الحروف السبعة التی نزل القرآن بها وقد اجمع الصحابة علی نقل المصاحف العثمانیة من الصحف التی کتبها ابوبکر وعمر وإرسال کل مصحف منها إلی مصر من أمصار المسلمین وأجمعوا علیٰ ترك ما سویٰ ذلك، قال هؤلاء ولا یجوز أن ینهیٰ عن القراء ة ببعض الاحرف السبعة ولا أن یجمعوا علیٰ ترك شیٔ من القرآن، وذهب جماهیر العلماء من السلف والخلف وائمة المسلمین إلی أن هذه المصاحف العثمانیة مشتملة علی ما یحتمله رسمها فقط جامعة للعرضة الاخیرة التی عرضها النبیﷺ علی جبریل علیه السلام متضمنة لها لم تترك حرفاً منها، قلت وهذا القول هوالذی یظهر صوابه لانّ الاحادیث الصحیحة والاحاد المشهورة المستفیضة تدل علیه وتشهد له"

[النشر فی القراء ات العشر: ۳۱/۱]

''رہا یہ مسئلہ کہ حضرت عثمانؓ نے جو مصاحف تیار فرمائے تھے وہ ساتوں حروف پر مشتمل ہیں یا نہیں؟ سو یہ ایک بڑا مسئلہ ہے جس میں علماء کا اختلاف ہے، چنانچہ فقہاء، قراء اور متکلمین کی جماعتوں کا مذہب یہ ہے کہ عثمانی مصاحف ساتوں حروف پر مشتمل ہیں، اس کی بنیاد اس بات پر ہے کہ اُمت کے لیے یہ جائز نہیں کہ وہ ان سات حروف میں سے کسی حرف کو نقل کرنا ترک کردے جن پر قرآن نازل ہوا، اور صحابہ نے اجماع طور پر یہ عثمانی مصاحف اُن صحیفوں سے نقل

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کئے تھے جو حضرت ابوبکرؓ وعمرؓ نے لکھے تھے اور اُن میں ہر ایک مصحف عالم اسلام کے مختلف شہروں میں بھیج دیا تھا اور اُن کے ماسوا جتنے صحیفے تھے اُن کو چھوڑنے پر متفق ہو گئے تھے، ان حضرات کا کہنا ہے کہ نہ یہ بات جائز ہے کہ حروف سبعہ میں سے کسی حرف کی قراءت روک دی جائے، اور نہ یہ کہ صحابہؓ قرآن سے کسی حصہ کے چھوڑنے پر متفق ہو جائیں اور سلف وخلف کے علماء کی اکثریت کا قول یہی ہے کہ یہ عثمانی مصاحف اُن حروف پر مشتمل ہیں جو اُن کے رسم الخط میں سما گئے اور حضور اکرم ﷺ نے حضرت جبریل علیہ السلام سے قرآن کریم کا جو آخری دور کیا تھا، اُس کے تمام حروف ان مصاحف میں جمع ہیں، اُن میں سے کوئی حرف ان مصاحف میں نہیں چھوٹا، میرا خیال یہ ہے کہ یہی وہ قول ہے جس کی صحت ظاہر ہے، کیونکہ صحیح احادیث اور مشہور آثار اسی پر دلالت کرتے ہیں اور اسی کی شہادت دیتے ہیں۔''

اور علامہ بدر الدین عینی رحمہ اللہ نقل فرماتے ہیں:

"واختلف الأصوليون هل يقرأ اليوم على سبعة أحرف فمنعه الطبرى وغيره وقال إنما يجوز بحرف واحد اليوم وهو حرف زيد ونحى إليه القاضى ابوبكر، وقال ابوالحسن الاشعرى اجمع المسلمون علىٰ أنه لا يجوز حظر ما وسعه الله تعالى من القراء ة بالاحرف التى أنزلها الله تعالى ولا يسوغ للامة أن تمنع ما يطلقه الله تعالىٰ، بل هى موجودة فى قراء تنا مفرقة فى القرآن غير معلومة فيجوز علىٰ هذا وبه قال القاضى ان يقرأ بكل مانقله اهل التواتر من غير تمييز حرف من حرف فيحفظ حرف نافع بحرف الكسائى وحمزة ولا حرج فى ذلك" [عمدة القارى:۲۵۸/۱۲]

''اور اس بارے میں اصولی علماء کا اختلاف ہے کہ قرآن کریم کو آج سات حروف پر پڑھا جاسکتا ہے یا نہیں؟ چنانچہ علامہ (ابن جریر) طبریؒ وغیرہ نے اس سے انکار کیا ہے اور کہا ہے کہ آج قرآن کی قراءت ایک ہی حرف پر جائز ہے اور وہ حضرت زید بن ثابتؓ کا حرف ہے اور قاضی ابوبکرؒ بھی اسی طرح مائل ہیں لیکن امام ابوالحسن اشعریؒ فرماتے ہیں کہ اس بات پر مسلمانوں کا اجماع ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جو حروف نازل کر کے اُمت کو سہولت عطا فرمائی تھی اسے روکنا کسی کے لیے جائز نہیں اور اُمت اس بات کی مجاز نہیں ہے کہ جس چیز کی اجازت اللہ نے دی ہو اُسے روک دے، بلکہ واقعہ یہ ہے کہ ساتوں حروف ہماری موجودہ قراءت میں موجود ہیں، اور قرآن کریم میں متفرق طور پر شامل ہیں، البتہ معین طور سے معلوم نہیں۔ اس لحاظ سے اُن کی قراءت آج بھی جائز ہے اور یہی قول قاضی صاحب [غالبًا قاضی عیاضؒ مراد ہیں] کا ہے، جتنے حروف تواتر کے ساتھ منقول ہیں، اُن سب کو پڑھنا جائز ہے اور ایک حرف کو دوسرے حرف سے ممتاز کرنے کی بھی ضرورت نہیں، چنانچہ نافعؒ کی قراءت کو کسائیؒ اور حمزہؒ کی قراءت کے ساتھ (مخلوط کر کے) یاد کر لیا جائے تو اس میں کچھ حرج نہیں ہے۔'' [اس مسئلہ کی تفصیل کے لیے ملاحظہ ہو: النشر فى القراء ات العشر :۱/۱۸، ۱۹]

اور علامہ بدر الدین زرکشی رحمہ اللہ قاضی ابوبکر رحمہ اللہ کا قول نقل کرتے ہیں:

"والسابع اختاره القاضى أبوبكر، وقال: الصحيح أن هذه الاحرف السبعة ظهرت واستفاضت عن رسول الله ﷺ وضبطها عنه الائمة واثبتها عثمان والصحابة فى المصحف"

[البرهان فى علوم القرآن:۱/۲۲۳]

''ساتواں قول قاضی ابوبکرؒ [غالبًا قاضی ابوبکر باقلانیؒ مراد ہیں] کیونکہ یہی عبارت علامہ نوویؒ نے قاضی باقلانیؒ کے نام سے روایت کی ہے۔[شرح مسلم للنووى:۱/۲۷۲] نے اختیار کیا ہے اور فرمایا ہے کہ صحیح یہ ہے کہ یہ ساتوں حروف رسول اللہ ﷺ سے شہرت کے ساتھ منقول ہیں، ائمہ نے انہیں محفوظ رکھا ہے اور حضرت عثمانؓ اور صحابہؓ نے انہیں مصحف میں باقی رکھا ہے۔''

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اور علامہ ابن حزمؒ نے بھی حافظ ابن جریرؒ کے قول کی بڑے سخت الفاظ میں تردید کی ہے، وہ فرماتے ہیں کہ چھ حروف کوختم کرنے کا قول بالکل غلط ہے، اور اگر حضرت عثمانؓ ایسا کرنا بھی چاہتے تو نہ کرسکتے، کیونکہ عالم اسلام کا چپّہ چپّہ ان حروف سبعہ کے حافظوں سے بھرا ہوا تھا، وہ لکھتے ہیں:

”وأما قول من قال أبطل الأحرف الستة فقد كذب من قال ذلك ولو فعل عثمان ذلك أو أراده لخرج عن الإسلام ولما مطل ساعة بل الاحرف السبعة كلها موجودة عندنا قائمة كما كانت مثبوتة فی القراء ات المشهورة المأثورة“[الفصل فی الملل والاهواء والنحل:۲/۷۷،۷۸]

”رہا یہ قول کہ حضرت عثمانؓ نے چھ حروف کو منسوخ کردیا تو جس نے یہ بات کہی ہے اس نے بالکل غلط کہا ہے، اگر حضرت عثمانؓ ایسا کرتے یا اس کا ارادہ کرتے تو ایک ساعت کے توقف کے بغیر اسلام سے خارج ہوجاتے۔[علامہ ابن حزمؒ کا یہ قول اس صورت میں ہے جبکہ یوں کہا جائے کہ حضرت عثمانؓ نے (معاذ اللہ) چھ حروف کو منسوخ کردیا، لیکن واضح رہے کہ حافظ ابن جریرؒ کے قول کے مطابق انہوں نے چھ حروف کو منسوخ نہیں کیا بلکہ ان کی قراء ت ترک فرمائی تھی، اس لیے اگرچہ حافظ ابن جریر طبریؒ کا قول درست ہو لیکن وہ اتنے سخت الفاظ کے ...... مستحق نہیں ہیں۔] بلکہ واقعہ یہ ہے کہ ساتوں کے ساتوں حروف ہمارے پاس بعینہٖ موجود اور مشہور اور قراءتوں میں محفوظ ہیں۔“

اور مشہور شارح مؤطا، علامہ ابوالولید باجی مالکیؒ [متوفی ۴۹۴ھ] 'سبعہ احرف' کی تشریح سات وجوہ قراء ت سے کرنے کے بعد لکھتے ہیں:

”فإن قيل هل تقولون أن جميع هذه السبعة الاحرف ثابتة فی المصحف فإن القراء ة بجميعها جائزة قيل لهم كذلك نقول، والدليل على صحة ذلك قوله عزوجل ﴿إِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّكْرَ وَإِنَّا لَهُ لَحَافِظُوْنَ﴾ ولا يصح انفصال الذكر المنزل من قراء ته فيمكن حفظه دونها ومما يدل علىٰ صحة ما ذهبنا إليه أنّ ظاهر قول النبیﷺ يدل على أن القرآن أنزل على سبعة أحرف تيسيراً علىٰ من أراد قراء ته ليقرأ كل رجل منهم بما تيسر عليه وبما هو أخف علىٰ طبعه وأقرب إلى لغته لما يلحق من المشقة بذلك المالوف من العادة فی النطق ونحن اليوم مع عجمة ألسنتنا و بعدنا عن فصاحة العرب أحوج“[المنتقىٰ شرح الموطأ:۱/۳۴۷]

”اگر یہ پوچھا جائے کہ کیا آپ کا قول یہ ہے کہ یہ ساتوں حروف مصحف میں (آج بھی) موجود ہیں، اس لیے کہ ان سب کی قراء ت (آپ کے نزدیک) جائز ہے، تو ہم یہ کہیں گے کہ جی ہاں، ہمارا قول یہی ہے، اور اس کی صحت کی دلیل اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد ہے: ﴿إِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّكْرَ وَإِنَّا لَهُ لَحَافِظُوْنَ﴾ (ہم نے ہی قرآن نازل کیا ہے اور ہم ہی اس کی حفاظت کرنے والے ہیں) اور قرآن کریم کو اس کی قراءات سے الگ نہیں کیا جاسکتا کہ قرآن تو محفوظ رہے اور اس کی قراءات ختم ہوجائیں اور ہمارے قول کی صحت پر ایک دلیل یہ بھی ہے کہ آنحضرتﷺ کا ارشاد کھلے طور پر دلالت کرتا ہے کہ قرآن کو سات حروف پر اس لیے نازل کیا گیا تاکہ اس کی قراء ت کرنے والے کو آسانی ہو تاکہ ہر شخص اس طریقہ سے تلاوت کرسکے جو اس کے لیے آسان ہو اس کی طبیعت کے لحاظ سے زیادہ سہل اور اس کی لغت سے زیادہ قریب ہو، کیونکہ گفتگو میں جو عادت پڑ جاتی ہے اُسے ترک کرنے میں مشقت ہوتی ہے اور آج ہم لوگ اپنی زبان کی عجمیت اور عربی فصاحت سے دور ہونے کی بناء پر اس سہولت کے زیادہ محتاج ہیں“

اور حضرت امام غزالی رحمہ اللہ اصول فقہ پر اپنی مشہور کتاب 'المستصفی' میں قرآن کریم کی تعریف اس طرح فرماتے ہیں:

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

"ما نقل إلينا بين دفتي المصحف على الاحرف السبعة المشهورة نقلاً متواترا"[المستصفی:۶۵/۱]
''وہ کلام جو مصحف کے دو گتوں میں مشہور سات حروف کے مطابق متواتر طریقہ پر ہم تک پہنچا ہے۔''
اس سے صاف ظاہر ہے کہ امام غزالی رحمہ اللہ بھی حروف سبعہ کے آج تک باقی رہنے کے قائل ہیں اور ملاّ علی قاری رحمہ اللہ [متوفی ۱۰۱۴ھ] تحریر فرماتے ہیں:
"وكأنّه عليه الصلوٰة والسّلام كشف له أن القراء ة المتواترة تستقر فى أمته علىٰ سبع وهى الموجودة الان المتفق علىٰ تواترها والجمهور علىٰ أنّ ما فوقها شاذّ لا يحل القراء ة به"
''اور ایسا معلوم ہوتا ہے کہ آنحضرت ﷺ پر یہ منکشف ہوگیا تھا، کہ متواتر قراءتیں آپؐ کی اُمت میں آخر کار سات رہ جائیں گی، چنانچہ وہی آج موجود ہیں اور اُن کے تواتر پر اتفاق ہے اور جمہور کا مسلک یہ ہے کہ اس کے علاوہ جو قراءتیں ہیں وہ شاذ ہیں اور اُن کی تلاوت جائز نہیں۔''[مرقاة المفاتیح:۱۶/۵]
اس میں ملاّ علی قاریؒ کا یہ فرمانا تو درست نہیں ہے کہ سات حروف قراءتوں کے ماسوا جتنی قراءتیں ہیں وہ سب شاذ ہیں، کیونکہ علماءِ قراءات نے اس کی سخت تردید کی ہے۔[النشر فی القراء ات العشر :۳۳/۱ومابعد] لیکن اس سے اتنا ضرور معلوم ہوتا ہے کہ اُن کے نزدیک احرف سبعہ آج بھی باقی ہیں اور شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمہ اللہ کا قول پیچھے گذر چکا ہے کہ وہ 'سبعہ احرف' میں سات کے عدد کو کثرت کے معنی پر محمول کرتے ہیں، اس کی وجہ بیان کرتے ہوئے وہ لکھتے ہیں:
"ودليل برآنكه ذكر سبعه بجهت تكثير است نه برائے تحديد اتفاق ائمه است برقراء ات عشر دهر قراء تك را ازيں عشره دو راوى ست دهريكے بار ديگرے مختلف ست پس مرتقى شد عدد قراء ة ت بيست" [المصفی:ص۶۸۷]
''اور اس بات کی دلیل کہ سات کا عدد حدیث میں تکثیر کے لیے ہے نہ کہ تحدید کے لیے دس قراءتوں پر ائمہ کا اتفاق ہے، اور اُن دس قراءتوں میں سے ہر ایک کے دو راوی ہیں اور ہر ایک دوسرے سے مختلف ہے، پس قراءات کی تعداد بیس تک پہنچ گئی ہے۔''
اس عبارت میں اگرچہ شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمہ اللہ نے لفظ 'سبعہ' کو جمہور کے خلاف تکثیر کے لیے قرار دیا ہے، (کیونکہ شاید بیس قراءتوں کو سات وجوہ اختلاف میں منحصر قرار دینا ان پر واضح نہیں ہوسکا) لیکن اس سے یہ بات بالکل ظاہر ہے کہ جن حروف کا ذکر حدیث میں کیا گیا ہے وہ حضرت شاہ ولی اللہؒ کے نزدیک قراءتیں ہی ہیں اور وہ منسوخ یا متروک نہیں ہوئے بلکہ آج بھی باقی ہیں، آخری دور میں دینی علوم کے امام، محقق عصر، اور حافظ حدیث حضرت علامہ انور شاہ صاحب کشمیریؒ نے اس حدیث کی تحقیق کرتے ہوئے مسئلہ کی حقیقت مختصر الفاظ میں اس طرح واضح فرمادی ہے کہ اُسے حرفِ آخر کہنا چاہئے۔ یہاں ہم اُن کی پوری تحقیق نقل کرتے ہیں:
"واعلم أنهم اتفقوا علىٰ أنه ليس المراد من سبعة أحرف القراء ة السبعة المشهورة، بأن يكون كل حرف منها قراء ة من تلك القراء ات، اعنى أنه لا انطباق بين القراء ات السبع والاحرف السبعة كما يذهب إليه الوهم بالنظر إلى لفظ السبعة فى الموضعين، بل بين تلك الاحرف والقراء ة عموم و خصوص وجهى، كيف، وأنّ القراء ات لاتنحصر فى السبعة، كما صرح ابن الجوزى فى رسالة النشر فى قراء ة العشر، وانما اشتهرت السبعة على

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

الالسنة لانها التی جمعها الشاطبی ثم اعلم أن بعضهم فهم أن بین تلك الاحرف تغایرا من کل وجه، بحیث لا ربط بینها ولیس کذلك، بل قد یکون الفرق بالمجرد والمزید واخریٰ بالابواب، ومرة باعتبار الصّیغ من الغائب والحاضر، وطورا بتحقیق الهمزة وتسهیلها، فکل هٰذه التغییرات یسیرة أو کانت أو کثیرة حرف برأسه، وغلط من فهم انّ هذه الاحرف متغایرة کلها بحیث یتعذر اجتماعها أما أن کیف عدد السبعة فتوجه إلیه ابن الجزری وحقق أن التصرفات کلها ترجع إلی السبعة وراجع القسطلانی والزرقانی، بقی الکلام فی أن تلك الاحرف کلها موجودة أو رفع بعضها وبقی البعض فاعلم أن ما قرأه جبریل علیه السلام فی العرضة الا خیرة علی النبی! کله ثابت فی مصحف عثمان، ولما یتعین معنی الاحرف عند ابن جریرذهب إلی رفع الاحرف الست منها وبقی واحد فقط" [فیض الباري:۳/۳۲۱،۳۲۲]

''یہ ذہن نشین کرلیجئے کہ تمام علماء اس بات پر تو متفق ہیں کہ سات حروف سے مراد مشہور سات قراءتیں نہیں اور یہ بات نہیں ہے کہ ہر حرف ان سات قراءتوں میں سے ایک قراءت ہو، مطلب یہ ہے کہ سات قراءتیں اور سات حروف ایک چیز نہیں جیسے کہ سات کے لفظ سے پہلی نظر میں وہم ہوتا ہے، بلکہ ان حروف اور سات قراءتوں میں عموم وخصوص من وجہ (مطلب یہ ہے کہ سات قراءتوں میں سے بعض قراءتیں احرف سبعہ میں سے ہیں، جیسے کہ تمام متواتر قراءات اور بعض قراءتیں ایسی ہیں جو احرف سبعہ میں داخل نہیں، مثلاً قراء سبعہ کی شاذ قراءتیں یا وہ قراءتیں جن میں کوئی اختلاف نہیں ہے اور احرف سبعہ کے بعض اختلافات ایسے ہیں جو قراءات سبعہ میں شامل نہیں، مثلاً امام یعقوبؒ، امام ابوجعفرؒ اور خلفؒ کی متواتر قراءتیں کہ یہ احرف سبعہ میں سے ہیں، مگر معروف قراءات سبعہ میں سے نہیں) کی نسبت ہے اور یہ دونوں ایک کیسے ہوسکتے ہیں جبکہ قراءتیں سات میں منحصر نہیں، جیسا کہ علامہ ابن الجزریؒ نے النشر فی قراء ت العشر میں تصریح کی ہے، البتہ سات قراءتوں کا لفظ زبان پر اس لیے مشہور ہوگیا کہ علامہ شاطبیؒ نے انہی سات قراءتوں کو جمع کیا ہے۔ پھر یہ بھی یاد رکھئے کہ بعض لوگ یہ سمجھے ہیں کہ سات حروف کے درمیان کلی تغایر ہے اور ان میں کوئی باہم ربط نہیں ہے، حالانکہ واقعہ ایسا نہیں بلکہ بعض اوقات دو حرفوں میں فرق صرف صیغۂ مجرد اور صیغۂ مزید کا ہوتا ہے اور بعض مرتبہ صرف (صرفی) ابواب کا اور بعض دفعہ غائب و حاضر کے صیغوں کا اور کبھی صرف ہمزہ کو باقی رکھنے اور اس کی تسہیل کرنے کا، پس یہ تمام تغیرات خواہ معمولی ہوں یا بڑے بڑے مستقل حرف ہیں اور جو لوگ یہ سمجھے ہیں کہ حروف کے درمیان کلی تغایر ہے، اور اُن کا (ایک کلمہ میں) جمع ہونا ناممکن ہے اُن سے غلطی ہوئی ہے۔ رہی یہ بات کہ حدیث میں سات کے عدد کا کیا مطلب ہے؟ سو اس کا جواب علامہ ابن الجزریؒ نے دیا ہے اور تحقیق یہ بیان کی ہے کہ یہ سارے تغیرات سات قسم کے ہیں اور اس مسئلہ میں قسطلانیؒ اور زرقانیؒ کی مراجعت بھی کرلیجئے، اب صرف یہ بات رہ گئی کہ یہ تمام حروف موجود ہیں، یا ان میں سے بعض ختم کردیئے گئے اور بعض باقی ہیں، پس یہ سمجھ لیجئے کہ حضرت جبرئیل علیہ السلام نے جتنے حروف حضور ﷺ کے ساتھ قرآن کے دور میں پڑھے تھے وہ سب حضرت عثمانؓ کے مصحف میں موجود ہیں، اور چونکہ علامہ ابن جریرؒ پر حروف کے معنی واضح نہیں ہوسکے، اس لیے انہوں نے یہ مذہب اختیار کرلیا کہ چھ حروف ختم ہوگئے اور صرف ایک باقی رہ گیا۔''

اس طرح مصر کے علماء متأخرین میں سے مشہور محقق علامہ زاہد الکوثری رحمہ اللہ [متوفی ۱۳۷۱ھ] تحریر فرماتے ہیں:

"والاوّل رأی القائلین بان الاحرف السبعة کانت فی مبدء الامر ثم نسخت بالعرضة الاخیرة فی عهد النبیﷺ فلم یبق الاحرف واحد ورأی القائلین بانّ عثمان، جمع النّاس علیٰ حرف واحد ومنع من الستة الباقیة مصلحة، وإلیه نحا ابن جریر وتهیبه ناس فتابعوه لکن هذا رأی

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

خطير قام ابن حزم بأشد النكير عليه فى الفصل وفى الاحكام وله الحق فى ذلك والثانى رأى القائلين بأنها هى الاحرف السبعة المحفوظة كما هى فى العرضة الاخيرة، الخ" [مقالات الكوثرى:ص۲۰،۲۱]

''پہلی رائے (کہ موجودہ قراءات ایک ہی حرف کی مختلف شکلیں ہیں) اُن حضرات کی ہے جو یہ کہتے ہیں کہ سات حروف ابتداء اسلام میں تھے، پھر عرضۂ اخیرہ (حضرت جبرئیلؑ سے حضورؐ کے آخری دور) سے حضورﷺ ہی کے زمانہ میں منسوخ ہوگئے اور اب صرف ایک باقی رہ گیا، نیز یہی رائے اُن حضرات کی ہے جو یہ کہتے ہیں کہ حضرت عثمانؓ نے تمام لوگوں کو ایک حرف پر جمع کر دیا تھا، اور ایک مصلحت کی وجہ سے باقی چھ حروف کی قراءت روک دی تھی، حافظ ابن جریرؒ کا یہی مسلک ہے اور بہت سے لوگ اس معاملہ میں اُن سے مرعوب ہوکر اُن کے پیچھے لگ گئے، لیکن درحقیقت یہ بڑی سنگین اور خطرناک رائے ہے، اور علامہ ابن حزم نے 'الفصل' اور 'الاحکام' میں اس پر سخت ترین نکیر ہے، جس کا انہیں حق تھا اور دوسری رائے (کہ موجودہ قراءات ہے) احرف سبعہ ہیں، اُن حضرات کی ہے جو یہ کہتے ہیں کہ یہی وہ حروف ہیں جو عرضۂ اخیرہ کے مطابق محفوظ چلے آتے ہیں۔''

ہم نے یہ تمام اَقوال تفصیل کے ساتھ اس لیے پیش کئے ہیں کہ آج کل علامہ ابن جریر طبریؒ کا قول ہی زیادہ مشہور ہوگیا ہے اور علامہ ابن جریرؒ کی جلیل القدر شخصیت کے پیش نظر اسے عموماً ہر شک وشبہ سے بالاتر سمجھا جاتا ہے اس کی بناء پر ابن الجزریؒ کا یہ بے غبار قول یا تو لوگوں کو معلوم نہیں ہے، یا اگر معلوم ہے تو اسے ایک ضعیف قول سمجھا جاتا ہے، حالانکہ گذشتہ بحث کی روشنی میں یہ اچھی طرح واضح ہوجاتا ہے کہ امام مالک، علامہ ابن قتیبہ، علامہ ابوالفضل رازی، قاضی ابوبکر ابن الطیب، امام ابوالحسن اشعری، قاضی عیاض، علامہ ابن حزم، علامہ ابوالولید باجی، امام غزالی اور ملاعلی قاری رحمہم اللہ جیسے علماء اس بات پر متفق ہیں کہ ساتوں حروف آج بھی محفوظ اور باقی ہیں۔ آنحضرتﷺ کے عرضۂ اَخیرہ کے وقت جتنے حروف باقی رہ گئے تھے اُن میں سے کوئی نہ منسوخ ہوا، نہ اُسے ترک کیا گیا، بلکہ محقق ابن الجزریؒ نے اپنے اس قول کو اپنے سے پہلے جمہور علماء کا مسلک قرار دیا ہے، علماء متاخرین میں سے حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ، حضرت مولانا انور شاہ صاحب کشمیریؒ اور علامہ زاہد کوثریؒ کا بھی یہی قول ہے، نیز مصر کے مشہور علماء علامہ محمد نجیت مطیعی، علامہ خضری دمیاطی اور شیخ عبدالعظیم زرقانی رحمہ اللہ نے بھی اسی کو اختیار کیا ہے۔[مناهل العرفان :۱۵۱/۱]

لہٰذا دلائل سے قطع نظر، محض شخصیات کے لحاظ سے بھی یہ قول بڑا وزنی قول ہے۔

اُس قول کے دلائل

اب وہ دلائل ذیل میں پیش خدمت ہیں جن سے اس قول کی تائید ہوتی ہے، اس کے کچھ دلائل تو مذکورہ بالا اقوال میں آچکے ہیں، مزید مندرجہ ذیل ہیں:

❶ قرآن کریم کی آیت ﴿ إِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّكْرَ وَإِنَّا لَهُ لَحَافِظُونَ ﴾ ''ہم نے ہی قرآن نازل کیا ہے اور ہم ہی اس کی حفاظت کرنے والے ہیں'' صراحت کے ساتھ اس بات پر دلالت کررہی ہے کہ جو آیات قرآنی خود اللہ تعالیٰ نے منسوخ نہ فرمائی ہوں وہ قیامت تک باقی رہیں گی، دوسری طرف پیچھے وہ احادیث گزر چکی ہیں جن میں یہ تصریح ہے کہ قرآن کے ساتوں حروف منزل من اللہ تھے۔ اس لیے مذکورہ آیت کا واضح تقاضا یہی ہے کہ وہ ساتوں حروف قیامت تک محفوظ رہیں۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

❷ اگر حضرت عثمانؓ نے چھ حروف کو ختم کر کے صرف ایک حرف پر مصحف تیار کیا ہوتا تو اس کی کہیں کوئی صراحت تو ملنی چاہئے تھی، حالانکہ نہ صرف اس کی کوئی صراحت موجود نہیں ہے، بلکہ روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ مصحف عثمانی میں ساتوں حروف موجود تھے۔ مثلاً روایات میں یہ تصریح ہے کہ حضرت عثمانؓ نے اپنا مصحف حضرت ابوبکرؓ کے جمع فرمودہ صحیفوں کے مطابق لکھوایا تھا اور لکھنے کے بعد دونوں کا مقابلہ بھی کیا گیا، جس کے بارے میں خود حضرت زید بن ثابتؓ فرماتے ہیں:

"فعرضت المصحف عليها فلم يختلفا في شئ" [مشكل الآثار: ۱۹۳/۴]

''میں نے مصحف کا مقابلہ ان صحیفوں سے کیا تو دونوں میں کوئی اختلاف نہیں تھا۔''

اور ظاہر ہے کہ حافظ ابن جریر طبریؒ بھی تسلیم فرماتے ہیں کہ حضرت ابوبکرؓ کے زمانے میں ساتوں حروف موجود تھے اس لیے حضرت ابوبکرؓ کے صحیفوں میں قرآن کریم کو یقیناً ان ساتوں حروف پر لکھا گیا ہوگا، لہٰذا اگر حضرت عثمانؓ نے چھ حروف کو ختم کر دیا ہوتا تو حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ کا یہ ارشاد کیسے درست ہوسکتا ہے کہ ''دونوں میں کوئی اختلاف نہیں تھا۔''

❸ علامہ ابن الانباری رحمہ اللہ نے کتاب المصاحف میں حضرت عبیدہ سلمانی رحمہ اللہ کا جو مشہور تابعی ہیں یہ قول نقل فرمایا ہے:

"قراء تنا التي جمع النّاس عثمان عليها هي العرضة الاخرىٰ" [كنز العمّال: ج۱، رقم الحديث ۴۸۴۰]

یہی روایت حافظ ابن حجرؒ نے بھی مسند احمدؒ، ابن ابی داؤدؒ اور طبریؒ کے حوالہ سے نقل کی ہے۔ [فتح الباري: ۳۶/۹]

''ہماری وہ قراءت جس پر حضرت عثمانؓ نے لوگوں کو جمع فرمایا وہ عرضۂ اخیرہ کی قراءت تھی۔''

حضرت عبیدہؒ کا یہ قول اس بات پر بالکل صریح ہے کہ حضرت عثمانؓ نے اُن حروف میں سے کوئی نہیں چھوڑا، جو عرضۂ اخیرہ (حضرت جبریلؑ کے ساتھ حضور ﷺ کے آخری قرآنی دور) کے وقت باقی تھے، اس پر بعض حضرات نے یہ کہا ہے کہ حضور ﷺ کا آخری دور صرف ایک حرف قریش پر ہوا تھا اور اسی پر حضرت عثمانؓ نے سب کو جمع کر دیا، لیکن یہ بات بہت بعید ہے کہ جو حروف منسوخ نہیں ہوئے تھے وہ اس دور سے خارج رہے ہوں۔

❺ حضرت محمد بن سیرین رحمہ اللہ بھی مشہور تابعی ہیں، علامہ ابن سعد رحمہ اللہ نے اُن کا یہ قول نقل فرمایا ہے:

"كان جبريل يعرض القرآن على النبيﷺ كل عام مرة في رمضان فلما كان العام الذي توفي فيه عرضه عليه مرّتين، قال محمد، فأنا أرجو أن تكون قراء تنا العرضة الاخيرة"

[الطبقات الكبرىٰ: ۱۹۵/۲]

''حضرت جبریل علیہ السلام ہر سال ایک مرتبہ رمضان میں حضور ﷺ کے سامنے قرآن پیش کیا کرتے تھے، چنانچہ جب وہ سال آیا جس میں آپ ﷺ کی وفات ہوئی تو حضرت جبریل علیہ السلام نے دو مرتبہ قرآن پیش کیا، پس مجھے اُمید ہے کہ ہماری موجودہ قراءت اس عرضۂ اخیرہ کے مطابق ہے۔''

❻ حضرت عامر شعبی رحمہ اللہ بھی مشہور تابعی ہیں اور انہوں نے سات سو صحابہ سے استفادہ کیا ہے۔ علامہ ابن الجزریؒ نے ان سے بھی اسی قسم کا قول نقل کیا ہے۔

یہ تینوں حضرات تابعی ہیں اور حضرت عثمانؓ کے عہد سے نہایت قریب ہیں، اس لیے اُن کا قول اس باب میں قول فیصل کی حیثیت رکھتا ہے۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

پورے ذخیرۂ احادیث میں ہمیں ایک روایت بھی ایسی نہیں ملی جس سے یہ ثابت ہو کہ قرآن کریم کی تلاوت میں دو قسم کے اختلافات تھے۔ایک سات حروف کا اختلاف اور دوسرا قراءتوں کا اختلاف۔ اس کے بجائے بہت سی روایتوں سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ دونوں ایک چیز ہیں، کیونکہ ایک ہی قسم کے اختلاف پر بیک وقت ''اختلاف قراءت'' اور 'اختلاف احرف' دونوں الفاظ کا اطلاق کیا گیا ہے۔مثال کے طور پر حضرت اُبی بن کعب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

"كنتُ في المسجد فدخل رجل يصلّي فقرأ قراءة انكرتها عليه ودخل آخرقراءة سوى قراءة صاحبه فلمّا قضينا الصلوٰة ادخلنا جميعاً على رسول الله ﷺ فقلت ان هذا قرأ قراءة انكرتها عليه ودخل آخر فقرأ سوىٰ قراءة صاحبه فامرهما رسول الله ﷺ فقرا فحسن النبي ﷺ شأنهما فسقط في نفسي من التكذيب ولاإذكنت في الجاهلية فلما رأى رسول الله ﷺ ما قد عشيني ضرب في صدري ففضت عرقا وكأنما انظر إلى الله فرقا فقال لي يا أبي ارسل الى ان اقرء القرآن على حرف فرددت اليه ان هون علىٰ اُمتي فردّ إلى الثانية أن اقرأه على حرفين فرددت اليه ان هون علىٰ اُمتي فردّ الى الثالثة اقرأه علىٰ سبعة احرف"

[صحيح مسلم:١٩٠٤]

''میں مسجد میں تھا کہ ایک شخص داخل ہو کر نماز پڑھنے لگا۔اس نے ایک ایسی قراءت پڑھی جو مجھے اجنبی معلوم ہوئی، پھر ایک دوسرا شخص آیا اُس نے پہلے شخص کی قراءت کے سوا ایک اور قراءت پڑھی، پس جب ہم نے نماز ختم کر لی تو ہم سب رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں پہنچے، میں نے عرض کیا کہ اس شخص نے ایک ایسی قراءت پڑھی ہے جو مجھے اجنبی معلوم ہوئی، پھر ایک دوسرا شخص آیا اس نے پہلے شخص کی قراءت کے سوا ایک دوسری قراءت پڑھی۔اس پر آپؐ نے دونوں کو پڑھنے کا حکم دیا، ان دونوں نے قراءت کی تو حضور ﷺ نے دونوں کی تحسین فرمائی۔اس پر میرے دل میں تکذیب کے ایسے ایسے وسوسے آنے لگے کہ جاہلیت میں بھی ایسے خیالات نہیں آتے تھے، پس جب رسول اللہ ﷺ نے میری حالت دیکھی تو میرے سینے پر مارا جس سے میں پسینہ میں شرابور ہو گیا، اور خوف کی حالت میں مجھے ایسے معلوم ہوا جیسے اللہ کو دیکھ رہا ہوں، پھر آپؐ نے فرمایا کہ اے اُبی! میرے پروردگار نے میرے پاس پیغام بھیجا تھا کہ میں قرآن کو ایک حرف پر پڑھوں، میں نے جواب میں درخواست کی کہ میری اُمت پر آسانی فرمائیے تو اللہ تعالیٰ نے مجھے دوبارہ پیغام بھیجا کہ میں قرآن دو حرفوں پر پڑھوں، میں نے جواب میں درخواست کی کہ میری اُمت پر آسانی فرمائیے، تو اللہ تعالیٰ نے تیسری بار پیغام بھیجا کہ میں اُسے سات حرفوں پر پڑھوں۔''

اس روایت میں حضرت اُبی بن کعبؓ دونوں اشخاص کے اختلاف تلاوت کو بار بار اختلاف قراءت سے تعبیر فرما رہے ہیں اور اسی کو آنحضرت ﷺ نے سات حروف کے اختلاف سے تعبیر فرمایا ہے۔اس سے صاف واضح ہے کہ قراءت کے اختلاف اور حروف کے اختلاف کو عہد رسالتؐ میں ایک ہی چیز سمجھا جاتا تھا اور اس کے خلاف کوئی دلیل ایسی نہیں ہے جو دونوں کی جداگانہ حیثیت پر دلالت کرتی ہے، اس سے ثابت ہوتا ہے کہ یہ دونوں ایک ہی چیز ہیں، اور جب قراءات کا محفوظ ہونا تواتر اور اجماع سے ثابت ہے تو اس کا مطلب یہی ہے کہ احرف سبعہ آج بھی محفوظ ہیں۔

مذکورہ بالا دلائل کی روشنی میں یہ بات بالکل واضح ہو جاتی ہے کہ حروف سبعہ کا جتنا حصہ عرضۂ اخیرہ کے وقت باقی رہ گیا تھا وہ سارے کا سارا عثمانی مصاحف میں محفوظ کر لیا گیا تھا اور وہ آج تک محفوظ چلا آتا ہے، نہ اسے کسی نے منسوخ کیا اور نہ اُس کی قراءت ممنوع قرار دی گئی، لیکن ضروری ہے کہ مکمل وضاحت کے لیے ان ممکنہ سوالات کا

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

جواب بھی دیا جائے جو اس قول پر وارد ہو سکتے ہیں۔

اس قول پر وارد ہونے والے سوالات اور اُن کا جواب:

(۱) اس قول پر سب سے پہلا سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ اگر حضرت عثمانؓ نے ساتوں حروف کو باقی رکھا ہے تو پھر اُن کا وہ امتیازی کارنامہ کیا تھا جس کی وجہ سے اُن کو ''جامع القرآن'' کہا جاتا ہے۔

اس کا جواب یہ ہے کہ اگرچہ قرآن کریم بے شمار صحابہ کو پورا یاد تھا، لیکن حضرت عثمانؓ کے زمانہ تک قرآن کریم کا معیاری نسخہ ﷺ ﷺ صرف ایک تھا جو حضرت ابوبکر صدیقؓ نے مرتب فرمایا تھا، یہ نسخہ بھی مصحف کی شکل میں نہیں تھا بلکہ ایک ایک سورت علیحدہ علیحدہ صحیفوں میں لکھی ہوئی تھی، لیکن بعض صحابہؓ نے انفرادی طور پر اپنے اپنے مصاحف الگ الگ تیار کر رکھے تھے اُن میں نہ رسم الخط متحد تھا، نہ سورتوں کی ترتیب یکساں تھی اور نہ ساتوں حروف جمع تھے، بلکہ ہر شخص نے آنحضرت ﷺ سے جن حروف کے مطابق قرآن سیکھا تھا اسی کو اپنے طور پر لکھ لیا تھا۔ اس لیے کسی مصحف میں کوئی آیت کسی حرف کے مطابق لکھی ہوئی تھی اور دوسرے مصحف میں کسی اور حرف کے مطابق، جب تک عہد رسالت قریب تھا اور مسلمانوں کا تعلق مرکز اسلام یعنی مدینہ طیبہ سے مضبوط اور مستحکم تھا۔ مصاحف کے اس اختلاف سے کوئی قابل ذکر خرابی اس لیے پیدا نہ ہوسکی کہ قرآن کریم کی حفاظت میں اصل مدار مصاحف کے بجائے حافظہ پر تھا اور صحابہؓ کی اکثریت اس بات سے باخبر تھی کہ قرآن کریم سات حروف پر نازل ہوا ہے، لیکن جب اسلام دور دراز ممالک تک پھیلا اور نئے نئے لوگ مسلمان ہوئے تو انہوں نے صرف ایک ایک طریقے سے قرآن سیکھا اور یہ بات ان میں عام نہ ہوسکی کہ قرآن کریم سات حروف پر نازل ہوا ہے۔ اس لیے ان میں اختلاف پیش آنے لگا، بعض لوگ اپنی قراءت کو حق اور دوسرے کی قراءت کو باطل سمجھنے لگے۔ ادھر چونکہ انفرادی طور پر تیار کئے ہوئے مصاحف بھی حرف اور رسم الخط کے اعتبار سے مختلف تھے اور ان میں حروف سبعہ یکجا کرنے کا اہتمام نہیں تھا اس لیے کوئی ایسا معیاری نسخہ ان کے پاس موجود نہیں تھا جس کی طرف رجوع کر کے اختلاف رفع کیا جاسکے۔

ان حالات میں حضرت عثمان نے محسوس کیا کہ اگر یہ صورت حال برقرار رہی اور انفرادی مصاحف کو ختم کر کے قرآن کریم کے معیاری نسخے عالم اسلام میں نہ پھیلائے گئے تو زبردست فتنہ رونما ہو جائے گا۔ اس لیے انہوں نے مندرجہ ذیل کام کئے:

① قرآن کریم کے سات معیاری نسخے تیار کرائے اور انہیں مختلف اطراف میں روانہ کر دیا۔
② ان مصاحف کا رسم الخط ایسا رکھا کہ اس میں ساتوں حروف سما جائیں چنانچہ یہ مصاحف نقطوں اور حرکات سے خالی تھے اور انہیں ہر حرف کے مطابق پڑھا جاسکتا ہے۔
③ جتنے انفرادی مصاحف لوگوں نے تیار کر رکھے تھے اُن سب کو نذر آتش کر کے دفن کر دیا۔
④ یہ پابندی عائد کر دی کہ آئندہ جتنے مصاحف لکھے جائیں وہ سب ان سات مصاحف کے مطابق ہونے چاہئے۔
⑤ حضرت ابوبکرؓ کے صحیفے الگ الگ سورتوں کی شکل میں تھے۔ حضرت عثمانؓ نے ان سورتوں کو مرتب کر کے ایک مصحف کی شکل دے دی۔

ان اقدامات سے حضرت عثمانؓ کا مقصد یہ تھا کہ پورے عالم اسلام میں رسم الخط اور سورتوں کی ترتیب کے اعتبار

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

سے تمام مصاحف یکساں ہوجائیں اور ان میں حروف سبعہ اس طرح جمع ہوجائیں کہ بعد میں کسی شخص کو کسی صحیح قراءت سے انکار کرنے یا غلط قراءت پر اصرار کرنے کی گنجائش باقی نہ رہے اور اگر کبھی قراءت میں کوئی اختلاف رونما ہو تو مصحف کی طرف رجوع کرکے اُسے بآسانی رفع کیا جاسکے۔

یہ بات حضرت علیؓ کے ایک ارشاد سے واضح ہے جو امام ابن ابی ابوداؤد نے کتاب المصاحف میں صحیح سند کے ساتھ نقل کی ہے:

”قال علی لا تقولوا فی عثمان إلا خيراً فوالله ما فعل الذی فعل فی المصاحف الا عن ملإ منا قال، ما تقولون فی هذه القراء ة فقد بلغنی ان بعضهم يقول أن قراء تی خير من قراء تك وهذا يكاد أن يكون كفرا، قلنا فما ترى؟ قال أرى أن نجمع النّاس على مصحف واحد فلا تكون فرقة ولا اختلاف، قلنا فنعم مارأيت“ [كتاب المصاحف ص۲۲، فتح الباري:۱۵/۹]

”حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے بارے میں کوئی بات اُن کی بھلائی کے سوا نہ کہو، کیونکہ اللہ کی قسم انہوں نے مصاحف کے معاملہ میں جو کام کیا وہ ہم سب کی موجودگی میں کیا، انہوں نے ہم سے مشورہ کرتے ہوئے پوچھا تھا کہ ان قراءتوں کے بارے میں تمہارا کیا خیال ہے؟ کیونکہ مجھے یہ اطلاعات مل رہی ہیں کہ بعض لوگ دوسروں سے کہتے ہیں کہ ”میری قراءت تمہاری قراءت سے بہتر ہے“ حالانکہ یہ ایسی بات ہے جو کفر کے قریب پہنچتی ہے۔ اس پر ہم نے حضرت عثمانؓ سے کہا: ”پھر آپ کی کیا رائے ہے؟“ انہوں نے فرمایا: میری رائے یہ ہے ہم سب لوگوں کو ایک مصحف پر جمع کردیں تاکہ پھر کوئی افتراق و اختلاف باقی نہ رہے، ہم سب نے کہا آپ نے بڑی اچھی رائے قائم کی ہے۔“

یہ حدیث حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے کام کے بارے میں واضح ترین حدیث ہے، اس میں آپ دیکھ رہے ہیں کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے ”نجمع النَّاس على مصحف واحد“ فرما کر یہ ارادہ ظاہر فرمایا ہے کہ ہم ایک ایسا مصحف تیار کرنا چاہتے ہیں جو پورے عالم اسلام کے لیے یکساں ہو، اور اس کے ذریعہ باہمی اختلافات کو ختم کیا جاسکے اور اسکے بعد کسی صحیح قراءت کے انکار اور منسوخ یا شاذ قراءت پر اصرار کی گنجائش باقی نہ رہے۔ [الاتقان:۶۱/۱]

نیز ابن اشتہ رحمہ اللہ نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے نقل کیا ہے کہ:

”اختلفوا فی القرآن على عهد عثمان حتىٰ اقتتل الغلامان والمعلمون فبلغ ذلك عثمان بن عفان فقال عندی تكذبون وتلحنون فيه فمن نأى عنّی كان أشد تكذيباً وأكثر لحنا، يا أصحاب محمد اجتمعوا فاكتبوا للنّاس إماماً“

”حضرت عثمانؓ کے عہد میں قرآن کے بارے میں اختلاف ہوا، یہاں تک کہ بچے اور معلمین لڑنے لگے، یہ اطلاع حضرت عثمانؓ کو پہنچی تو انہوں نے فرمایا کہ تم میرے قریب رہتے ہوئے (صحیح قراءتوں کی) تکذیب کرتے ہو، اور اس میں غلطیاں کرتے ہو، لہٰذا جو لوگ مجھ سے دور ہیں وہ تو اور بھی زیادہ تکذیب اور غلطیاں کرتے ہوں گے، پس اے اصحاب محمدؐ جمع ہوجاؤ اور لوگوں کے لیے ایک ایسا نسخہ تیار کرو جس کی اقتداء کی جائے۔“

اس سے صاف واضح ہے کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا مقصد قرآن کے کسی حرف کا ختم کرنا نہیں تھا، بلکہ انہیں تو اس بات کا افسوس تھا کہ بعض لوگ صحیح حروف کا انکار کررہے ہیں اور بعض لوگ غلط طریقہ سے تلاوت پر اصرار کررہے ہیں۔ اس لیے وہ ایک معیاری نسخہ تیار کرنا چاہتے تھے جو پوری دنیائے اسلام کے لیے یکساں ہو۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

[بہت سے علماء نے حضرت عثمانؓ کے عمل کی یہی تشریح فرمائی ہے، ملاحظہ ہو الفصل فی الملل والاھواء والنحل: ص۷۷، البیان فی علوم القرآن ، ص۶۲ ، مناھل العرفان: ۲۴۸/۱ تا ۲۵۶]

لغتِ قریش پر لکھنے کا مطلب

❷ یہاں دوسرا سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ صحیح بخاری کی روایت کے مطابق جس وقت حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ کی قیادت میں مصحف قرآنی مرتب کرنے کیلئے صحابہؓ کی ایک جماعت بنائی تو ان سے فرمایا تھا:

"إذا اختلفتم أنتم وزيد بن ثابت في شيء من القرآن فاكتبوه بلسان قريش فإنما أنزل بلسانهم"

''جب تمہارے اور حضرت زید بن ثابتؓ کے درمیان قرآن کے کسی حصہ میں اختلاف ہو تو اسے قریش کی زبان پر لکھنا، کیونکہ قرآن انہی کی زبان پر نازل ہوا ہے۔'' [صحیح البخاري: ۳۵۰۶]

......اگر حضرت عثمانؓ نے ساتوں حروف باقی رکھے تھے تو اس ارشاد کا کیا مطلب ہے؟

اس کا جواب یہ ہے کہ درحقیقت حضرت عثمانؓ کا یہی وہ جملہ ہے جس سے حافظ ابن جریرؒ اور بعض دوسرے علماء نے یہ سمجھا ہے کہ حضرت عثمانؓ نے چھ حروف ختم کر کے صرف ایک حرف قریش کو مصحف میں باقی رکھا تھا، لیکن درحقیقت اگر حضرت عثمانؓ کے اس ارشاد پر اچھی طرح غور کیا جائے تو معلوم ہوتا ہے کہ اس کا یہ مطلب سمجھنا درست نہیں ہے کہ انہوں نے حرفِ قریش کے علاوہ باقی چھ حروف کو ختم فرما دیا تھا بلکہ مجموعی روایات دیکھنے کے بعد یہ معلوم ہوتا ہے کہ اس ارشاد سے حضرت عثمانؓ کا یہ مطلب تھا کہ اگر قرآن کریم کی کتابت کے دوران رسم الخط کے طریقے میں کوئی اختلاف ہو تو قریش کے رسم الخط کو اختیار کیا جائے۔ اس کی دلیل یہ ہے کہ حضرت عثمانؓ کی اس ہدایت کے بعد صحابہؓ کی جماعت نے جب کتابتِ قرآن کا کام شروع کیا تو پورے قرآن کریم میں اُن کے درمیان صرف ایک اختلاف پیش آیا، جس کا ذکر امام زہریؒ نے اس طرح فرمایا ہے:

"فاختلفوا يومئذ في التابوت والتابوه فقال النفر القرشيون التابوت وقال زيد بن ثابت التابوه فرفع اختلافهم الىٰ عثمان فقال اكتبوه التابوت فانه بلسان قريش نزل"

[کنز العمال: ۴۷۸۳، فتح الباري: ۱۶/۹]

''چنانچہ اس موقع پر اُن کے درمیان ''تابوت'' اور ''تابوۃ'' میں اختلاف ہوا، قریشی صحابہؓ کہتے تھے کہ تابوت (بڑی تا سے لکھا جائے) اور حضرت زید بن ثابتؓ فرماتے تھے کہ تابوۃ (گول تاء سے لکھا جائے) پس اس اختلاف کا معاملہ حضرت عثمانؓ کے سامنے پیش ہوا، جس پر انہوں نے فرمایا کہ اسے التابوت لکھو، کیونکہ قرآن قریش کی زبان پر نازل ہوا ہے۔''

اس سے صاف ظاہر ہے کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے حضرت زید رضی اللہ عنہ اور قریشی صحابہ رضی اللہ عنہم کے درمیان جس اختلاف کا ذکر فرمایا اس سے مراد رسم الخط کا اختلاف تھا نہ کہ لغات کا۔

مرادف الفاظ سے تلاوت کا مسئلہ

❸ تیسرا سوال یہ پیدا ہو سکتا ہے کہ حضرت ابو بکرہؓ نے سبعۃ احرف کے اختلاف کی جو تشریح فرمائی ہے بظاہر یہ معلوم ہوتا ہے کہ یہ سات حروف مصاحف عثمانی میں شامل نہیں ہو سکے، کیونکہ وہ فرماتے ہیں:

"أن جبريل قال: يا محمد اقرأ القرآن علىٰ حرف، قال ميكائيل استزده حتى بلغ سبعة

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

أحرف، قال كل شافٍ كافٍ ما لم تخلط آية عذاب برحمة أو رحمة بعذاب نحو قولك تعال واقبل وهلم واذهب و اسرع و عجل" [یہ الفاظ مسند احمد میں صحیح سند کے ساتھ مروی ہیں ،أوجز المسالك:۲/۳۵۷]

''جبریل علیہ السلام نے (حضور ﷺ سے) کہا کہ اے محمدؐ! قرآن کریم کو ایک حرف پر پڑھیے، میکائیل علیہ السلام نے حضور ﷺ سے کہا اس میں اضافہ کروائیے، یہاں تک کہ معاملہ سات حروف تک پہنچ گیا، حضرت جبرئیل علیہ السلام نے فرمایا ان میں سے ہر ایک شافی کافی ہے، تاوقتیکہ آپؐ عذاب کی آیت کو رحمت سے یا رحمت کو عذاب سے مخلوط نہ کردیں، یہ ایسا ہی ہوگا، جیسے آپ تعال (آؤ) کے معنی کو اقبل ، ھلم ، اذھب ، اسرع اور عجل کے الفاظ سے ادا کریں۔''

اس حدیث سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ سبعۃ احرف کا اختلاف درحقیقت مرادف الفاظ کا اختلاف تھا یعنی ایک حرف میں کوئی ایک لفظ اختیار کیا گیا تھا اور دوسرے حرف میں اسی کا ہم معنی کوئی دوسرا لفظ، حالانکہ عثمانی مصاحف میں جو قراءتیں جمع ہیں اُن کے درمیان مرادفات کا یہ اختلاف بہت کم ہے ان قراءتوں میں جو اختلاف ہے وہ زیادہ تر حرکات، صیغوں، تذکیر و تانیث اور لہجوں کا اختلاف ہے۔

اس سوال کا جواب یہ ہے کہ ہم نے 'سات حروف' کی جس تشریح کو اختیار کیا ہے اس میں قراءتوں کے درمیان سات قسم کے اختلافات بیان کئے گئے ہیں، اُن سات اقسام میں سے ایک قسم بدلیت مرادفہ کا اختلاف ہے، حضرت ابوبکرؓ نے یہاں سات حروف کے مکمل تشریح نہیں فرمائی، بلکہ اس کی صرف ایک مثال دی ہے، اس لیے اختلاف کی صرف ایک قسم یعنی اختلاف الفاظ بدلیت کا ذکر فرمایا ہے۔

اب اختلاف قراءات کی یہ قسم یعنی اختلاف الفاظ ابتدائے اسلام میں بہت زیادہ تھی، چونکہ تمام اہل عرب لغت قریش کے پوری طرح عادی نہ تھے، اس لیے شروع میں انہیں یہ سہولت زیادہ سے زیادہ دی گئی تھی کہ وہ آنحضرت ﷺ سے سنے ہوئے متبادل الفاظ میں سے جس لفظ کے ساتھ چاہیں تلاوت کرلیا کریں، چنانچہ شروع میں ایسا بکثرت تھا کہ ایک قراءت میں ایک لفظ ہو اور دوسری قراءت میں اس کا ہم معنی دوسرا لفظ، لیکن جب لوگ لغت قرآن سے پوری طرح مانوس ہوگئے تو اختلاف قراءت کی یہ قسم رفتہ رفتہ کم کردی گئی، یہاں تک کہ آنحضرت ﷺ کی وفات سے پہلے رمضان میں حضرت جبرئیل علیہ السلام نے آپؐ سے قرآن کریم دو مرتبہ دور فرمایا، اس وقت بہت سے الفاظ منسوخ کردیئے گئے اور اس طرح الفاظ مرادفہ کا اختلاف بہت کم رہ گیا۔

اب حضرت عثمانؓ نے وہ الفاظ مرادفہ اپنے مصاحف میں جمع نہیں فرمائے جو اس آخری دور میں منسوخ ہوچکے تھے، کیونکہ اُن کی حیثیت اب منسوخ التلاوۃ آیات کی سی تھی، البتہ قراءتوں کا جو اختلاف آخری دور میں بھی باقی رکھا گیا تھا، اُسے حضرت عثمانؓ نے جوں کا توں باقی رکھا، لہٰذا حضرت ابوبکرؓ نے حروف کے اختلاف کی جو قسم مذکورہ حدیث میں بطورِ مثال مذکور فرمائی ہے، وہ قسم ہی جس کی بیشتر جزئیات عرضۂ اخیرہ کے وقت منسوخ ہوچکی تھیں، چنانچہ وہ مصاحف عثمانی میں شامل نہیں ہوسکیں اور نہ موجودہ قراءات اُن پر مشتمل ہیں۔

مذکورہ بالا نتائج تین مقدمات سے مستنبط ہوتے ہیں:

① عرضۂ اخیرہ (حضرت جبریل علیہ السلام کے ساتھ حضور ﷺ کے آخری قرآنی دور) کے وقت قرآن کریم کی

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

متعدد قراءتیں منسوخ کی گئی تھیں۔

② حضرت عثمانؓ نے مصاحف عثمانی کو عرضۂ اخیرہ کے مطابق ترتیب دیا۔

③ حضرت عثمانؓ کے مصحف میں مرادف الفاظ کا وہ اختلاف موجود نہیں ہے جو حضرت ابوبکرہ رضی اللہ عنہ نے بیان فرمایا ہے۔

جہاں تک تیسرے مقدمے کا تعلق ہے وہ تو بالکل ظاہر ہے اور دوسرے مقدمہ کے دلائل ہم پیچھے بیان کر چکے ہیں، جن میں سے صریح ترین دلیل حضرت عبیدہ سلمانی رحمہ اللہ کا یہ ارشاد ہے کہ ''حضرت عثمانؓ نے ہمیں جس قراءت پر جمع کیا وہ عرضۂ اخیرہ کے مطابق تھی۔ [کنز العمال:۲۸۶/۱، حدیث:۴۸۴]

اب پہلا مقدمہ باقی رہ جاتا ہے اور وہ یہ کہ عرضۂ اخیرہ کے وقت متعدد قراءتیں منسوخ ہوگئی تھیں، اس کی دلیل محقق ابن الجزریؒ کا یہ ارشاد ہے:

”ولا شك أن القرآن نسخ منه وغير فيه فى العرضة الاخيرة فقد صح النص بذلك عن غير واحد من الصحابة وروينا بإسناد صحيح عن زرّ بن حبيش قال قال لى ابن عباس أى القراء تين تقرأ قلت الاخيرة قال فان النبیﷺ كان يعرض القرآن على جبريل عليه السلام فى كل عام مرة قال فعرض عليه القرآن فى العام الذى قبض فيه النبیﷺ مرتين فشهد عبدالله يعنى ابن مسعود ما نسخ منه ومابدل“ [النشر فی القراء ات العشر:۳۲/۱]

''اور اس میں کوئی شک نہیں کہ عرضۂ اخیرہ کے موقع پر قرآن کریم میں بہت کچھ منسوخ کیا گیا اور بدلا گیا ہے کیونکہ اس کی تصریح متعدد صحابہؓ سے منقول ہے۔ ہم تک صحیح سند کے ساتھ حضرت زر بن حبیشؒ کا یہ قول پہنچا ہے کہ مجھ سے ابن عباسؓ نے پوچھا تم کون سی قراءت پڑھتے ہو؟ میں نے کہا کہ آخری قراءت، انہوں نے فرمایا کہ آنحضرتﷺ ہر سال ایک مرتبہ حضرت جبرئیل علیہ السلام کو قرآن سنایا کرتے تھے، پس جس سال آپؐ کی وفات ہوئی اُس سال آپؐ نے دو مرتبہ حضرت جبرئیل علیہ السلام کو قرآن سنایا، اس موقع پر جو کچھ منسوخ ہوا اور جس قدر تبدیلی کی گئی حضرت عبداللہ بن مسعودؓ اس کے شاہد تھے۔''

[حافظ ابن حجرؒ نے بھی اس مضمون کی متعدد روایات مختلف محدثین کے حوالوں سے نقل کی ہیں: فتح الباري:۳٦/۹]

اس سے صاف ظاہر ہے کہ عرضۂ اخیرہ کے وقت بہت سی قراءتیں خود اللہ تعالیٰ کی جانب سے منسوخ قرار دے دی گئی تھیں۔ حضرت ابوبکرہؓ نے مرادف الفاظ کے جس اختلاف کا ذکر فرمایا ہے اُس کی بہت سی جزئیات بھی یقیناً اسی وقت منسوخ ہوگئی ہوں گے، کیونکہ حضرت عثمانؓ نے عرضۂ اخیرہ کے مطابق مصحف تیار کرائے ہیں، ان میں الفاظ مرادفہ کا اختلاف بہت شاذ و نادر ہے۔

حضرت عبداللہ بن مسعودؓ اور اُن کا مصحف

④ مذکورہ بالا تحقیق پر چوتھا اشکال یہ ہوسکتا ہے کہ متعدد روایات سے ثابت ہے کہ حضرت عثمانؓ نے جمع قرآن کا جو کارنامہ انجام دیا، حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ اس سے خوش نہیں تھے اور انہوں نے اپنا مصحف بھی نذر آتش نہیں ہونے دیا۔ اگر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے چھ حروف ختم نہیں فرمائے تھے تو پھر حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی وجہ اعتراض کیا تھی؟

اس کا جواب یہ ہے کہ درحقیقت حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے کام پر دو اعتراض تھے، ایک یہ کہ کتابت قرآن کے کام میں انہیں کیوں شریک نہیں کیا گیا۔ دوسرے یہ کہ دوسرے مصاحف کو نذرِ آتش کیوں

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کیا گیا؟

پہلے اعتراض کا ذکر صحیح ترمذی کی ایک روایت میں امام زہریؒ نے فرمایا ہے اس کا خلاصہ یہ ہے کہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کو یہ شکایت تھی کہ کتابت قرآن کا کام اُن کے حوالے کیوں نہیں کیا گیا، جبکہ انہوں نے حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ کے مقابلے میں زیادہ طویل عرصہ تک آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت سے استفادہ کیا تھا۔ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ اس اعتراض کا ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ اس معاملہ میں حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا عذر یہ تھا کہ انہوں نے یہ کام مدینہ طیبہ میں شروع کیا تھا اور حضرت ابن مسعودؓ اس وقت کوفہ میں تھے اور حضرت عثمانؓ اُن کے انتظار میں یہ کارِ خیر مؤخر فرمانا نہیں چاہتے تھے اس کے علاوہ حضرت ابوبکرؓ نے بھی حضرت زید بن ثابتؓ ہی کو یہ کام سونپا تھا۔ اس لیے انہوں نے یہ مناسب سمجھا کہ جمع وترتیب قرآن کا یہ مرحلہ بھی انہی کے ہاتھوں انجام پائے۔ [فتح الباري:۱۶/۹]

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کو دوسرا اعتراض یہ تھا کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے یہ نئے مصاحف تیار کرنے کے بعد باقی تمام انفرادی مصاحف کو نذرِ آتش کرنے کا حکم دے دیا تھا اور وہ اپنا مصحف نذرِ آتش کرنے کے لیے تیار نہیں تھے۔ حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ اور حضرت حذیفہ بن یمان رضی اللہ عنہ انہیں سمجھانے کے لیے تشریف لے گئے، لیکن انہوں نے فرمایا کہ:

"والله لا أدفعه إليهم، اقرأني رسول الله ﷺ بضعا وسبعين سورة ثم ادفعه إليهم، والله لا أدفعه اليهم" [مستدرک حاکم:۲۲۸/۲، قال الحاکم: "هذا حديث صحيح الاسناد وأقره الذهبی]

''خدا کی قسم میں یہ مصحف ان کے حوالے نہیں کروں گا، مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ستر سے زیادہ سورتیں سکھائیں ہیں، پھر میں یہ مصحف انہیں دے دوں؟ خدا کی قسم میں انہیں نہیں دوں گا۔''

جن حضرات نے کوفہ میں حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کے مصحف کے مطابق اپنے مصاحف لکھ رکھے تھے، حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے انہیں بھی یہی ترغیب دی کہ وہ اپنے مصاحف حوالہ نہ کریں، حضرت خمیر بن مالک رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

"أمر بالمصاحف أن تغير قال قال ابن مسعود من استطاع منكم ان يغُل مصحفه فليغله...... ثم قال قرأت من فم رسول الله ﷺ سبعين سورة، أفأترك ما اخذت من فی رسول الله ﷺ وعلیٰ و صحبه وسلم" [الفتح الرباني تبويب مسند احمد:۳۵/۱۸]

''مصاحف میں تبدیلی کا حکم دیا گیا تو حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے (لوگوں سے) فرمایا کہ تم میں سے جو شخص اپنے مصحف کو چھپا سکے وہ ضرور چھپا لے...... پھر فرمایا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ستر سورتیں پڑھی ہیں تو کیا میں وہ چیز چھوڑ دوں جو میں نے براہ راست آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے دہن مبارک سے حاصل کی ہے۔''

اس سے یہ تو معلوم ہوتا ہے کہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کا مصحف عثمانی مصاحف سے کچھ مختلف تھا اور آپ اسے محفوظ رکھنا چاہتے تھے، لیکن اس میں کیا چیزیں عثمانی مصاحف سے مختلف تھیں؟ اس کی صراحت صحیح روایات میں نہیں ملتی، بظاہر یہ معلوم ہوتا ہے کہ ان کے مصحف میں بنیادی فرق سورتوں کی ترتیب کا تھا، یہ بات پہلے بتائی جا چکی ہے کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے جن صحف میں قرآن کریم کو جمع فرمایا تھا ان میں سورتیں الگ الگ لکھی ہوئی تھیں اور ان میں ترتیب نہیں تھی اور حضرت عثمانؓ نے جو مصاحف لکھوائے اُن میں سورتوں کو ایک خاص ترتیب سے جمع کر دیا گیا تھا۔

امام حاکم رحمہ اللہ تحریر فرماتے ہیں:

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

"إن جمع القرآن لم يكن مرة واحدة فقد جمع بعضه بحضرة رسول اللهﷺ ثم جمع بعضه بحضرة أبى بكر الصديق، والجمع الثالث هو فى ترتيب السورة، كان فى خلافة أمير المؤمنين عثمان بن عفان" [المستدرك للحاكم:۲/۲۲۹]

''جمع قرآن کا کام ایک ہی مرتبہ میں مکمل نہیں ہوا، بلکہ قرآن کا کچھ حصہ رسول اللہ ﷺ کی موجودگی میں جمع ہوگیا تھا، پھر کچھ حصہ حضرت ابوبکر صدیقؓ کے زمانے میں ہوا اور جمع قرآن کا تیسرا مرحلہ وہ تھا جن میں سورتوں کو مرتب کیا گیا، یہ کام امیرالمؤمنین حضرت عثمان بن عفانؓ کے عہد خلافت میں ہوا۔''

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کا مصحف حضرت عثمانؓ کے مصاحف سے ترتیب میں بہت مختلف تھا، مثلاً اس میں سورۂ نساء پہلے اور سورہ آل عمران بعد میں تھی۔ [علامہ سیوطی رحمہ اللہ نے ابن اشتر رحمہ اللہ کے حوالہ سے حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کے مصحف کی پوری ترتیب نقل کی ہے جو مصاحف عثمانی سے بہت مختلف ہے۔ (الاتقان:۱/۶۲)] اور حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے شاید اسی ترتیب کے ساتھ آنحضرت ﷺ سے قرآن کریم سیکھا ہوگا۔ اس لیے اُن کی خواہش تھی کہ یہ مصحف اسی ترتیب پر باقی رہے اس کی تائید صحیح بخاری کی ایک روایت سے ہوتی ہے کہ عراق کا ایک باشندہ ایک دن حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس آیا اور کہا:

"يا أُم المؤمنين أريني مصحفك، قالت لم؟ قال لعلّي أؤلّف القرآن عليه، فإنه يُقرأ غير مؤلف، قالت وما يضُرك آية قرأت قبل" [صحيح البخاري:۴۹۹۳]

''اس نے کہا کہ اُم المؤمنین! مجھے اپنا مصحف دکھایئے، حضرت عائشہؓ نے پوچھا کیوں؟ کہنے لگا تاکہ میں (اپنے) قرآنی مصحف کو اس کے مطابق ترتیب دے لوں، اس لیے کہ وہ (ہمارے علاقہ میں) غیر مرتب طریقہ سے پڑھا جاتا ہے۔ حضرت عائشہؓ نے فرمایا کہ قرآن کا جو حصہ بھی تم پہلے پڑھ لو تمہارے لیے مضر نہیں۔''

اس حدیث کی شرح میں حافظ ابن حجرؒ نے لکھا ہے کہ یہ عراقی شخص حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کی قراءت پر کاربند تھا اور چونکہ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ نے اپنا مصحف نہ بدلا تھا اور نہ اُسے نابود کیا تھا، اس لیے اس کی ترتیب عثمانی مصاحف سے مختلف تھی اور ظاہر ہے کہ عثمانی مصاحف کی ترتیب میں مناسبتوں کی رعایت دوسرے مصاحف کے مقابلہ میں زیادہ تھی اس لیے اس عراقی شخص نے اپنے مصحف کو عثمانی مصحف کے مقابلہ میں غیر مرتب قرار دیا۔

[فتح الباري:۹/۳۲]

اس حدیث سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے مصحف میں بنیادی فرق سورتوں کی ترتیب کا تھا، اس کے علاوہ ہوسکتا ہے کہ رسم الخط کا فرق بھی ہو اور اس میں ایسا رسم الخط اختیار کیا گیا ہو جس میں عثمانی مصاحف کی طرح تمام قراءتوں کی گنجائش نہ ہو، ورنہ اگر حافظ ابن جریر رحمہ اللہ کے بیان کے مطابق یہ کہا جائے کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے چھ حروف کو ختم کرکے صرف ایک حرف پر قرآن لکھوایا تھا اور عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کا مصحف انہی متروک حروف میں سے کسی حرف لکھا ہوا تھا، تو اس پر مندرجہ ذیل اعتراضات واقع ہوتے ہیں:

① صحیح بخاری کی مذکورہ بالا حدیث میں عراقی باشندے نے صرف سورتوں کی ترتیب کا اختلاف کا ذکر کیا ہے، ورنہ اگر حرف کا اختلاف بھی ہوتا تو وہ زیادہ اہم تھا، اسے زیادہ اہتمام سے ذکر کیا جاتا۔

② حافظ ابن جریرؒ وغیرہ کے قول کے مطابق سات حروف سے مراد سات مختلف قبائل کی لغات ہیں، اگر یہ بات صحیح ہوتی تو حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کے مصحف میں اور عثمانی مصاحف میں کوئی فرق نہ ہونا چاہئے تھا، کیونکہ اس قول

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کے مطابق حضرت عثمانؓ نے سب کو حرفِ قریش پر جمع کر کے اسی کے مطابق مصاحف لکھوائے تھے اور حضرت عبداللہ بن مسعودؓ بھی قریشی تھے۔

③ حافظ ابن جریرؒ اور اُن کے متبعین نے چھ حروف کو ختم کرنے پر سب سے بڑی دلیل اجماع صحابہؓ پیش کی ہے، لیکن اگر حضرت ابن مسعودؓ کسی اور حرف پر پڑھتے اور اس کی کتابت کو جائز سمجھتے تھے تو یہ اجماع کیسے متحقق ہوسکتا ہے، جس اجماع میں حضرت عبداللہ بن مسعودؓ جیسے فقیہ صحابی شامل نہ ہوں وہ اجماع کہلانے کا مستحق ہی کہاں ہے۔ بعض حضرات نے یہ دعویٰ کیا ہے کہ حضرت ابن مسعودؓ نے بعد میں حضرت عثمانؓ کی رائے کو قبول کرلیا تھا، لیکن اس بارے میں کوئی صریح روایت موجود نہیں ہے۔

حافظ ابن حجرؒ لکھتے ہیں:

''ابن ابی داوٗدؒ نے ایک باب اس عنوان سے قائم کیا ہے کہ ''ابن مسعودؓ کا بعد میں حضرت عثمانؓ کے عمل پر راضی ہوجانا'' لیکن اس باب کے تحت کوئی ایسی صریح روایت نہیں لاسکے جو اس عنوان کے مطابق ہو۔'' [فتح الباري:۹/۴۰]

حافظ ابن جریرؒ وغیرہ کے قول پر اِن اعتراضات کا کوئی جواب نہیں ملتا، لہٰذا صحیح یہی ہے کہ حضرت عثمانؓ نے ساتوں حروف عثمانی مصاحف میں باقی رکھے ہیں اور حضرت ابن مسعودؓ کا اعتراض یہ نہیں تھا کہ چھ حروف کیوں ختم کردیئے گئے؟ [صرف ایک روایت مسند احمد میں ایسی ملتی ہے جس سے بظاہر یہ مترشح ہوتا ہے کہ حضرت عثمانؓ نے چھ حروف ختم فرما دیئے تھے اور حضرت ابن مسعودؓ کو اسی پر اعتراض تھا۔ [دیکھئے: (الفتح الرباني:۱۸/۳۶) لیکن وہ ایک مجہول شخص سے مروی ہے، اس لیے مستند نہیں ہے، کیونکہ فی الواقع ایسا ہوا ہی نہیں تھا، بلکہ اعتراض یہ تھا کہ جو مصاحف پہلے سے لکھے ہوئے موجود ہیں اور جن کی ترتیب اور رسم الخط عثمانی مصاحف کے مطابق نہیں ہے اُنہیں ضائع کیوں کیا جارہا ہے جبکہ وہ بھی درست ہیں۔

نتائج بحث

'حروف سبعہ' کی یہ بحث اندازے سے طویل ہوگئی، اس لیے مناسب معلوم ہوتا ہے کہ اس سے حاصل ہونے والے نتائج کا خلاصہ آخر میں پیش کردیا جائے، تاکہ اسے یاد رکھنا آسان ہو:

① اُمت کی آسانی کی خاطر آنحضرت ﷺ نے اللہ تعالیٰ سے یہ فرمائش کی کہ قرآن کریم کی تلاوت کو صرف ایک ہی طبقے میں منحصر نہ رکھا جائے، بلکہ اُسے مختلف طریقوں سے پڑھنے کی اجازت دی جائے، چنانچہ قرآن کریم سات حروف پر نازل کردیا گیا۔

② سات حروف پر نازل کرنے کا راجح ترین مطلب یہ ہے کہ اس کی قراءت میں سات نوعیّتوں کے اختلافات رکھے گئے، جن کے تحت بہت سی قراءتیں وجود میں آگئیں۔

③ شروع شروع میں ان سات وجوہ اختلاف میں سے اختلاف الفاظ و مرادفات کی قسم بہت عام تھی یعنی ایسا بکثرت تھا کہ ایک قراءت میں ایک لفظ ہوتا تھا اور دوسری قراءت میں اس کا ہم معنی کوئی دوسرا لفظ، لیکن رفتہ رفتہ جب اہل عرب قرآنی زبان سے پوری طرح مانوس ہوگئے تو یہ قسم کم ہوتی گئی یہاں تک کہ جب آنحضرت ﷺ نے اپنی وفات سے پہلے رمضان میں حضرت جبریل علیہ السلام کے ساتھ قرآن کریم کا آخری دور کیا (جسے

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اصطلاح میں عرضۂ اخیرہ کہتے ہیں) تو اس میں اس قسم کے اختلافات دور کردیئے گئے اور زیادہ تر صیغوں کی بناوٹ، تذکیر و تانیث، افراد و جمع، معروف و مجہول اور لہجوں کے اختلافات باقی رہے۔

④ جتنے اختلافات عرضۂ اخیرہ کے وقت باقی رہ گئے تھے، حضرت عثمانؓ نے ان سب کو اپنے مصاحف میں اس طرح جمع فرمادیا کہ ان کو نقطوں اور حرکات سے خالی رکھا، لہٰذا قراءتوں کے بیشتر اختلافات اس میں سما گئے، اور جو قراءتیں اس طرح ایک مصحف میں نہیں سما سکیں انہیں دوسرے مصاحف میں ظاہر کردیا، اسی بناء پر عثمانی مصاحف میں کہیں کہیں ایک ایک دو دو لفظ کا اختلاف پیدا ہوا۔

⑤ حضرت عثمانؓ نے اس طرح سات مصاحف لکھوائے اور ان میں سورتوں کو بھی مرتب فرمادیا جبکہ حضرت ابوبکرؓ کے صحیفوں میں سورتیں غیر مرتب تھیں، نیز قرآن کریم کے لیے ایک رسم الخط متعین کردیا اور جو مصاحف اس ترتیب اور اس رسم الخط کے خلاف تھے انہیں نذر آتش کردیا۔

⑥ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کے مصحف کی ترتیب عثمانی مصاحف سے مختلف تھی اور وہ اس ترتیب کو باقی رکھنا چاہتے تھے، اس لیے انہوں نے اپنا مصحف نذر آتش کرنے کے لیے حضرت عثمانؓ کے حوالے نہیں کیا۔

سات حروف کے بارے میں اختلافِ آراء کی حقیقت ایک غلط فہمی کا اِزالہ

آخر میں ایک اور بنیادی غلط فہمی کا ازالہ کردینا ضروری ہے اور وہ یہ ہے کہ 'سبعہ احرف' کی مذکورہ بحث کو پڑھنے والا سرسری طور پر اس شبہ میں مبتلا ہوسکتا ہے کہ قرآن کریم جیسی بنیادی کتاب کے بارے میں جو حفاظتِ خداوندی کے تحت آج تک بغیر کسی ادنیٰ تغیّر کے محفوظ چلی آرہی ہے مسلمانوں میں اتنا زبردست اختلاف آراء کیسے پیدا ہوگیا؟

لیکن 'سبعہ احرف' کی بحث میں جو اَقوال ہم نے پیچھے نقل کئے ہیں اگر ان کا غور سے مطالعہ کیا جائے تو اس شبہ کا جواب بآسانی معلوم ہوجاتا ہے، جو شخص بھی اس اختلاف آراء کی حقیقت پر غور کرے گا اس پر یہ بات واضح ہوجائے گی کہ یہ سارا اختلاف محض نظریاتی نوعیت کا ہے اور عملی اعتبار سے قرآن کریم کی حقانیت وصداقت اور اس کے بعینہٖ محفوظ رہنے پر اس اختلاف کا کوئی ادنیٰ اثر بھی مرتب نہیں ہوتا، کیونکہ اس بات پر دلالت کا بلا استثناء اتفاق ہے کہ قرآن کریم جس شکل میں آج ہمارے پاس موجود ہے وہ تواتر کے ساتھ چلا آرہا ہے، اس میں کوئی ادنیٰ تغیر نہیں ہوا، اس بات پر بھی تمام اہل علم متفق ہیں کہ قرآن کریم کی جتنی قراءتیں تواتر کے ساتھ ہم تک پہنچی ہیں وہ سب صحیح ہیں اور قرآن کریم کی تلاوت اُن میں سے ہر ایک کے مطابق کی جاسکتی ہے۔

اس بات پر بھی پوری اُمت کا اجماع ہے کہ متواتر قراءتوں کے علاوہ جو شاذ قراءتیں مروی ہیں انہیں قرآن کریم کا جزء قرار نہیں دیا جاسکتا، یہ بات بھی متفق علیہ ہے کہ 'عرضۂ اخیرہ' یا اس سے پہلے جو قراءتیں منسوخ کردی گئیں، وہ خود آنحضرت ﷺ کے ارشاد کے بموجب قرآن کا جزء نہیں رہیں، یہ بات بھی سب کے نزدیک ہر شک وشبہ سے بالاتر ہے کہ قرآن کے سات حروف میں جو اختلاف تھا وہ صرف لفظی تھا، مفہوم کے اعتبار سے تمام حروف بالکل متحد تھے، لہٰذا اگر کسی شخص نے قرآن کریم صرف ایک قراءت یا حرف کے مطابق پڑھا ہو تو اسے قرآنی مضامین حاصل ہوجائیں گے اور قرآن کی ہدایات حاصل کرنے کے لیے اسے کسی دوسرے حرف کو معلوم کرنے کی احتیاج نہیں ہوگی، اس میں بھی کوئی ادنیٰ اختلاف نہیں ہے کہ حضرت عثمانؓ نے جو مصاحف تیار کرائے وہ کامل احتیاط، سینکڑوں صحابہ کرامؓ

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کی گواہی اور پوری اُمت مسلمہ کی تصدیق کے ساتھ تیار ہوئے تھے اور ان میں قرآن کریم ٹھیک اس طرح لکھ دیا گیا تھا جس طرح وہ رسول اللہ ﷺ پر نازل ہوا اور اس میں کسی ایک متنفس کو بھی اختلاف نہیں ہوا۔ [حضرت عبداللہ بن مسعودؓ اپنے مصحف کو باقی رکھنے پر تو مصر رہے، لیکن مصاحف عثمانی کی کسی بات پر انہوں نے ادنیٰ اختلاف نہیں فرمایا]

لہٰذا جس اختلاف کا ذکر گذشتہ صفحات میں کیا گیا ہے وہ صرف اتنی بات میں ہے کہ حدیث میں 'سات حروف' سے کیا مراد تھی؟ اب جتنی متواتر قراءتیں موجود ہیں، وہ 'سات حروف' پر مشتمل ہیں یا صرف ایک حرف پر؟ یہ محض ایک علمی نظریاتی اختلاف ہے، جس سے کوئی علمی فرق واقع نہیں ہوتا، اس لیے اس سے یہ سمجھنا بالکل غلط ہے کہ ان اختلافات کی بناء پر قرآن کریم معاذ اللہ مختلف فیہ ہوگیا ہے، اس کی مثال کچھ ایسی ہے جیسے ایک کتاب کے بارے میں ساری دنیا اس بات پر متفق ہو کہ یہ فلاں مصنف کی لکھی ہوئی ہے، اس مصنف کی طرف اس کی نسبت قابل اعتماد ہے اور خود اُس نے اُسے چھاپ کر تصدیق کردی کہ یہ میری لکھی ہوئی کتاب ہے اور اس نسخے کے مطابق قیامت تک اسے شائع کیا جاسکتا ہے، لیکن بعد میں لوگوں کے درمیان یہ اختلاف پیدا ہوجائے کہ مصنف نے اپنے مسودے میں طباعت سے قبل کوئی لفظی ترمیم کی تھی یا جیسا شروع میں لکھا تھا ویسا ہی شائع کردیا، ظاہر ہے کہ محض اتنے سے نظری اختلاف کی بنا پر وہ روشن حقیقت مختلف فیہ نہیں بن جاتی جس پر سب کا اتفاق ہے، یعنی یہ کہ وہ کتاب اُسی مصنف نے اپنی ذمہ داری پر طبع کی ہے، اُسے اپنی طرف منسوب کیا ہے، اور قیامت تک اپنی طرف منسوب کرکے شائع کرنے کی اجازت دی ہے، اسی طرح جب پوری اُمت اس بات پر متفق ہے کہ قرآن کریم کو مصاحف عثمانی میں ٹھیک اُسی طرح لکھا گیا ہے جس طرح وہ نازل ہوا تھا، اور اس کی تمام متواتر قراءتیں صحیح اور منزل من اللہ ہیں، تو یہ حقائق اُن نظری اختلافات کی بناء پر مختلف فیہ نہیں بن سکتے، جو حروف سبعہ کی تشریح میں پیش آئے ہیں۔

——————*

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ